47

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

4تا10 دسمبر2012ء/19تا25 محرم الحرام1434ھ

اس شمارے میں

انتظامی اور فکری ٹارگٹ کلنگ

غزہ میں اسرائیل کی درندگی اور سانحۂ کربلا کا پیغام

میں اور تو

غزہ پر اسرائیلی جارحیت

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما

آپریشن سپر سٹارم سینڈی

آج وہ، کل ہماری باری ہے!

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

فیصلے کی گھڑی

آج امت مسلمہ کی حالت یہ ہے کہ خلافت ختم ہو چکی ہے۔ جہاد کے لئے مرکز موجود نہیں جس کی وجہ سے ہم دہشت گردی اور جہاد میں فرق سمجھتے ہوئے بھی دنیا کو قائل نہیں کر پا رہے۔ اگر امت کا ایک مرکز ہوتا تو جہاد کے اعلان سے تمام امت متحد ہو کر مغربی اقوام کی یلغار کا مقابلہ کرتی۔ عجیب صورتحال ہے، بیرونی طور پر دشمن ہمیں برباد کر رہا ہے اور اندرونی طور پر ہم خود اپنی بربادی کا سامان کر رہے ہیں۔ آج امت اللہ کے ذکر سے غافل ہے اور شیطان کے حربوں، موسیقی، ڈرامے، کھیل تماشے، کمپیوٹر، انٹرنیٹ اور فلموں کے اثرات کے شکنجے میں پوری طرح جکڑی ہوئی ہے۔ آج ہمارے دل شیطان کی آماجگاہ ہیں۔ ملائکہ ہمارے لیے دعا گو نہیں۔ امت عذاب کی مستحق بن چکی ہے۔ یہ عذاب مغربی اقوام بشمول امریکہ اور اسرائیل کی یلغار کی صورت میں بس آیا ہی چاہتا ہے۔ بدقسمتی سے ہم درمیان میں لٹک رہے ہیں، اور کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہے۔ ہماری حالت یہ ہے کہ مغربی اور اسلامی تہذیب کے مابین ایک پنڈولم کی طرح حرکت کر رہے ہیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم دوٹوک فیصلہ کریں کہ ہمیں دجال کی دہکائی ہوئی آگ میں کودنا ہے یا عقلِ محض کی بجائے دل کے فیصلے کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ہے۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

فتنۂ دجال

ظفر محمود

الھدیٰ (539)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سورۃ یوسف

(آیات:53،54)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْۗءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿53﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ﴿54﴾﴾

آیت 53 ﴿وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْۗءِ﴾ ’’اور میں اپنے نفس کو بری قرار نہیں دیتی‘ یقیناً (انسان کا) نفس تو برائی ہی کا حکم دیتا ہے‘‘
﴿اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿53﴾﴾ ’’سوائے اُس کے جس پر میرا ربّ رحم فرمائے۔ یقیناً میرا ربّ بہت بخشنے والا‘ نہایت رحم کرنے والا ہے۔‘‘

اگر گزشتہ آیت میں نقل ہونے والے بیان کو عزیز مصر کی بیوی کا بیان مانا جائے تو اس صورت میں آیت زیر نظر بھی اسی کے کلام کا تسلسل قرار پائے گی اور اس کا ترجمہ وہی ہوگا جو اوپر کیا گیا ہے۔ یہ ترجمہ دراصل اس نظریے کے مطابق ہے جس کے تحت ہمارے بہت سے مفسرین اور قصہ گو حضرات نے مائی زُلیخا کو ولی اللہ کے درجے تک پہنچا دیا ہے۔ اور کچھ بعید بھی نہیں کہ اس کا عشقِ مجازی وقت کے ساتھ ساتھ عشقِ حقیقی میں تبدیل ہو گیا ہو اور وہ حقیقتاً ہدایت پر آ گئی ہو۔ بہر حال جو لوگ اس بات کو درست تسلیم کرتے ہیں وہ ان آیات کا ترجمہ اسی طرح کرتے ہیں‘ کیونکہ اس نے اعترافِ جرم کر کے توبہ کر لی تھی اور اس لحاظ سے مذکورہ مفسرین کا موقف یہ ہے کہ اعترافِ گناہ سے لے کر آیت 53 کے اختتام تک اسی کا بیان ہے۔

اس سلسلے میں دوسرا موقف (جو دورِ حاضر کے زیادہ تر مفسرین نے اختیار کیا ہے) یہ ہے کہ عزیز مصر کی بیوی کا بیان اس آیت پر ختم ہو گیا ہے: ﴿اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿51﴾﴾ اور اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کا بیان نقل ہوا ہے۔ اس صورت میں آیت 52 اور 53 کا مفہوم یوں ہوگا کہ جب بادشاہ کی تفتیشی کارروائی اور عزیز مصر کی بیوی کے برملا اعترافِ جرم کے بارے میں حضرت یوسف علیہ السلام کو بتایا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اس سب کچھ سے میرا یہ مقصود نہیں تھا کہ کسی کی عزت و ناموس کا پردہ چاک ہو‘ بلکہ میں تو چاہتا تھا کہ عزیز مصر یہ جان لے کہ اگر اس نے مجھے اپنے گھر میں عزت و اکرام سے رکھا تھا اور مجھ پر اعتماد کیا تھا تو میں نے بھی اس کی عدم موجودگی میں اس کی خیانت کر کے اس کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائی‘ اور میرا ایمان ہے کہ اللہ خیانت کرنے والوں کو راہ یاب نہیں کرتا۔ باقی میں خود کو بہت پارسا نہیں سمجھتا بلکہ سمجھتا ہوں کہ نفسِ انسانی تو انسان کو برائی پر ابھارتا ہی ہے اور اس کے حملے سے صرف وہی بچ سکتا ہے جس پر میرا رب اپنی خصوصی نظرِ رحمت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری حفاظت کا بھی اگر خصوصی انتظام نہ فرمایا جاتا تو مجھ سے بھی غلطی سرزد ہو سکتی تھی۔ مگر چونکہ میرا رب بخشنے والا بہت زیادہ رحم فرمانے والا ہے‘ اس لیے اس نے مجھ پر اپنی خصوصی رحمت فرمائی۔

آیت 54 ﴿وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ﴾ ’’اور بادشاہ نے (اب فیصلہ کن انداز میں) کہا کہ اُس کو میرے پاس لے آؤ‘ میں اُسے اپنا مصاحبِ خاص بناؤں گا۔‘‘
﴿فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ﴿54﴾﴾ ’’تو جب بادشاہ نے آپؑ سے بات چیت کی تو کہا کہ آج کے دن سے آپؑ ہمارے نزدیک بڑے باعزت اور معتبر انسان ہیں۔‘‘

آج سے آپؑ کا شمار ہمارے خاص مقربین میں ہوگا اور اس لحاظ سے مملکت کے اندر آپؑ کا ایک خاص مقام ہوگا۔ آپ کی امانت و دیانت پر ہمیں پورا پورا بھروسا ہے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

دعوت الی اللہ کی راہ میں شدید مشکلات

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ((لَقَدْ اُخِفْتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُخَافُ اَحَدٌ وَلَقَدْ اُوْذِيْتُ فِي اللّٰهِ وَمَا يُؤْذٰى اَحَدٌ وَلَقَدْ اَتَتْ عَلَيَّ ثَلَاثُوْنَ مِنْ بَيْنِ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ وَّمَالِيْ وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَّاْكُلُهٗ ذُوْ كَبِدٍ اِلَّا شَيْءٌ يُّوَارِيْهِ اِبْطُ بِلَالٍ)) [مسند احمد]

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’میں اللہ کی راہ میں ڈرایا اور ستایا گیا ہوں۔ میری طرح نہ کسی کو ڈرایا گیا ہے اور نہ ستایا گیا ہے۔ مجھ پر مسلسل تیس دن ایسے بھی گزرے ہیں کہ اس عرصہ میں میرے اور بلال کے لئے ایسی خوراک نہ تھی جسے کوئی جاندار کھا سکے‘ سوائے اس تھوڑی سی چیز کے جو بلال نے اپنے بغل میں چھپا رکھی تھی۔‘‘

تشریح: کُفّارِ مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوتِ حق سے روکنے کے لیے جان سے مار دینے کی دھمکی دی‘ سخت ترین سزاؤں سے آپؐ کو خوف زدہ کرنے کی کوشش کی اور جسمانی تکلیفیں بھی دیں۔ وہ آپؐ کے خلاف ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کرتے رہے‘ اس طرح کے سنگین حالات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی دوسرا داعیٔ حق دوچار نہیں ہوا۔ مگر آپؐ نے یہ سب کچھ خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

ادار یہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتظامی اور فکری ٹارگٹ کلنگ

انگریزی کا ایک مقولہ ہے:

"If uou lose wealth you lose nothing and if you lose health you lose something, but if you lose character you lose everything."

یعنی ''اگر تم دولت کھودیتے ہو تو تم نے کچھ نہیں کھویا اور اگر تم صحت کھودیتے ہو تو سمجھو تم نے کچھ کھودیا ہے' لیکن اگر تم کردار کھودیتے ہو تو گویا تم نے سب کچھ کھودیا۔''

حقیقت یہ ہے کہ پاکستانی قوم بحیثیت مجموعی کردار کھو چکی ہے۔ اخلاقیات کا جنازہ اٹھ چکا ہے۔ دیانت اور امانت سے لوگ ناآشنا ہو چکے ہیں' وعدہ خلافی معمول بن چکا ہے۔ عہد کی پاسداری یہ ہم صرف تاریخ کی کتابوں میں پڑھتے ہیں۔ گویا ہم ان عام انسانی اقدار سے محروم ہو چکے ہیں جو آج ان اقوام میں بھرپور طور پر موجود ہیں جنہیں ہم کافر کہتے ہیں۔ یہ اقوام کم از کم اپنے معاشرے میں اور باہمی لین دین اور معاملہ فہمی میں ان اقدار سے دستبردار نہیں ہوتے' البتہ اغیار سے واسطہ پڑے تو وہ ڈنڈی مارتے ہیں۔ اس لیے کہ وطن معبود بن چکا ہے اور معبود کے چرنوں میں سب کچھ ڈھیر کیا جا سکتا ہے۔ ان کافر معاشروں میں چھوٹے کی غلطی معاف ہو سکتی ہے' بڑے کی نہیں ہوتی۔ بات دوسری طرف نکل جائے گی' صرف ایک مثال دے کر اپنے موضوع کی طرف بڑھیں گے۔ مغرب اور امریکہ کا معاشرہ ایک سیکس فری (sex free) معاشرہ ہے، وہاں حرامی بچوں کی بھرمار ہے، لیکن اگر کسی جرنیل' کسی جج یا کسی صدر اور وزیر کا جنسی سکینڈل سامنے آئے گا تو الزام سامنے آتے ہی وہ اپنے عہدے سے فارغ ہو جائے گا۔ بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں جتنا کوئی بلند مقام رکھتا ہے یا حکومتی سطح پر اعلیٰ عہدہ پر براجمان ہے، اس میں اچھے کردار کا اتنا ہی فقدان ہے اور وہ اخلاقی لحاظ سے اتنا ہی پستی کی طرف مائل ہے' لیکن انہیں استثناءات حاصل ہیں' گویا کھلی چھٹی ملی ہوئی ہے۔ ہمارے بیوروکریٹ طبقہ کی اکثریت تو اس نفسیاتی مرض میں مبتلا ہے جس میں انسان دوسرے کو تکلیف دے کر راحت محسوس کرتا ہے، جیسے اذیت پسندی ان کی سرشت میں شامل ہو چکی ہے' الا ماشاء اللہ۔ سیدھے سادے کام میں بھی کجروی اختیار کرنا اور مسئلہ کو خواہ مخواہ پیچیدہ بنا دینا ان کا شاید مشغلہ ہے۔

ہم نے یہ ساری تمہید اس لیے باندھی کہ ہر نیا سانحہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ کردار کے حوالہ سے ہم بحیثیت قوم کس مقام پر کھڑے ہیں۔ تنظیم اسلامی نے بہاولپور میں ایک قطعہ اراضی سالانہ اجتماع کے انعقاد کے لیے خرید کر جزوی سی تعمیر کی اور باقی حصہ اجتماع کے لیے کھلا چھوڑ دیا۔ 2009ء میں جب وہاں اجتماع منعقد کرنے کی مقامی انتظامیہ کو اطلاع دی تو اجتماع سے ایک دو دن قبل اطلاع دی گئی کہ انتظامیہ اجتماع کرنے کی اجازت نہیں دے گی۔ مذاکرات ہوئے' بات صوبائی سربراہ میاں شہباز شریف تک پہنچی۔ انہوں نے ذاتی طور پر بانیٔ تنظیم ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے درخواست کی کہ تنظیم اس سال اجتماع نہ کرے۔ بانیٔ تنظیم نے ان سے وعدہ کر لیا جس کی پاسداری تنظیم کے رفقاء کی مجبوری بن گئی۔ 2011ء میں تنظیم کے مقامی اور مرکزی رہنماؤں کی سرتوڑ کوشش سے اجتماع سے صرف 48 گھنٹے پہلے اجازت دے دی گئی۔ یہ اجتماع اللہ کے فضل و کرم سے بڑے پُرامن اور پُرسکون ماحول میں ہوا، اگرچہ غیر یقینی صورت حال سے حاضری متاثر ہوئی۔ بہرحال یہ توقع بندھ گئی کہ آئندہ سے رکاوٹ ختم ہو جائے گی۔ امسال محرم الحرام کو مدنظر رکھتے ہوئے یوم عاشورہ سے 10 دن بعد یعنی 2 دسمبر 2012ء کو اجتماع کے انعقاد کے لیے مقامی انتظامیہ کو قریباً دو ماہ قبل درخواست دی گئی' لیکن انتہائی افسوس اور دکھ کی بات ہے کہ اجتماع سے قریباً ایک ہفتہ قبل درخواست سرے

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

4تا10 دسمبر 2012ء — جلد 21
19تا25 محرم الحرام 1434ھ — شمارہ 47

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36366638-36316638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا--------------- (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

سے کوئی وجہ بتائے بغیر مسترد کر دی گئی۔ مقامی انتظامیہ سے کہا گیا کہ وہ استرداد کی کوئی وجہ یا بنیاد بتائے‘ لیکن جواب ندارد۔

پاکستان کی خفیہ ایجنسیوں سمیت تمام ملکی ادارے یہ جانتے ہیں کہ تنظیم اسلامی پُرامن جدوجہد پر یقین رکھتی ہے۔ اس کی سینتیس سالہ تاریخ اس پر گواہ ہے۔ تنظیم اسلامی کے مظاہرے بھی خاموش مظاہرے ہوتے ہیں۔ ان میں نعرے بھی نہیں لگائے جاتے۔ تنظیم عدم تشدد کی شدت سے قائل ہے۔ سٹریٹ لائٹس توڑنا‘ پبلک ٹرانسپورٹ کو نقصان پہنچانا‘ جلوسوں میں اسلحہ کی نمائش کرنا تو بڑی دور کی بات ہے تنظیم کے رفقاء کو گھاس کے تنکے کو نقصان پہنچانے کی بھی اجازت نہیں اور نہ ہی وہ خود ایسا مزاج رکھتے ہیں۔ اس سارے پس منظر میں سالانہ اجتماع منعقد کرنے کی اجازت نہ دینا افسر شاہی کی اذیت پسندی کے سوا کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ ان کی اس اذیت پسندی کا مظاہرہ دوسری جماعتوں کے سلسلہ میں کیوں نظر نہیں آتا، انہیں اکثر و بیشتر کیوں اجازت دے دی جاتی ہے؟ اس کا جواب ہم پنجابی کے محاورے سے دیتے ہیں: ڈنڈا پیر مشٹنڈیاں دا (یعنی بدمعاش اور بدکردار لوگ صرف قوت کی زبان سمجھتے ہیں)۔ تبلیغی جماعت کے اجتماع کو اس لیے نہیں روکا جاسکتا کہ اتنی زیادہ تعداد میں لوگ ہوتے ہیں کہ سارے پاکستان کی پولیس ان کا راستہ نہیں روک سکتی۔ اہل تشیع کی پشت پر ایران ہے‘ پھر اس فرقہ کے لوگ بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں۔ سپاہ محمد ان کا عسکری ونگ ہے۔ کراچی کی لسانی جماعت کسی قسم کی اجازت لینا ضروری ہی نہیں سمجھتی۔ کوئی پولیس افسر ہو‘ کسی بھی محکمہ سے تعلق رکھتا ہو‘ ان کا راستہ روک کر جان سے جاسکتا ہے۔ کسی جہادی جماعت کو کسی خفیہ ایجنسی کی سرپرستی حاصل ہوتی ہے‘ لہٰذا مجبوری ہے۔ شیعہ مخالف تنظیم بھی متحرک عسکری ونگ رکھتی ہے، اسے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ گویا امن پسند ہونا، قانون کی پاسداری کرنا‘ فرقہ واریت سے بالاتر ہونا اور عدم تشدد کے فلسفہ کو اپنانا تنظیم کا اجتماع منعقد کرنے کے حوالہ سے رکاوٹ بن گیا ہے۔ افسر شاہی تنظیم کو بتارہی ہے اور سمجھا رہی ہے کہ تم بھی مل بیٹھنا چاہتے ہو تو بلٹ کا سہارا لو‘ کچھ گاڑیوں اور بسوں کو نذرِ آتش کرو‘ فرقہ واریت کے شوشے چھوڑو‘ قومی اور مذہبی سطح پر کسی تعصب کا سہارا لو‘ بھتہ خوری کرو‘ اور کچھ نہیں تو کسی خفیہ ایجنسی کی سرپرستی ہی قبول کرلو، تب تمہیں ہماری اجازت کی حاجت بھی نہیں رہے گی، تمہیں آزادی حاصل ہوجائے گی۔ ایسی ویسی آزادی بھی نہیں، مکمل آزادی‘ پھر جتنے چاہو اور جیسے چاہو اجتماعات منعقد کرلو۔

ایک نقطہ نظر یہ بھی ہے کہ ملک میں اسلامی نظام سے خوفزدہ قوتیں یہ اندازہ کرچکی ہیں کہ بیلٹ اور بلٹ کے ذریعے اسلام کا نظامِ عدل اجتماعی ملک میں قائم نہیں ہوسکتا اور نہ ہی محض معروف کی تبلیغ سٹیٹس کی مستحکم بنیادوں کا کچھ بگاڑ سکتی ہے۔ صرف منہج نبویؐ کی پیروی کرتے ہوئے کوئی کوشش موجودہ باطل نظام کی موت کا باعث بن سکتی ہے۔ مراعات یافتہ طبقہ اس باطل نظام کے ذریعے عوام کا خون چوس رہا ہے اور ان کا عوام کے ساتھ آقا اور غلام کا رشتہ اس قدر مستحکم ہوچکا ہے کہ اسے کسی روایتی انداز سے تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ ہر سیاسی حکمران کو بیوروکریسی اپنا پارٹنر بنالیتی ہے، وہ اپنا حصہ وصول کرکے مست ہوجاتا ہے۔ ویسے بھی ہمارے سیاسی حکمرانوں میں اتنی صلاحیت اور اہلیت نہیں ہوتی کہ افسر شاہی کی گہری چالوں کو سمجھ سکیں۔ افسر شاہی کا طریقہ واردات یہ بھی ہے کہ کبھی میڈیا پر ایسے نام نہاد مذہبی دانشوروں کو پروموٹ کرتی ہے جو عوام کو ''آسان اسلام'' اور اسلام کی Get through guide کی طرف راغب کرتے ہیں اور کبھی فکری لحاظ سے صراطِ مستقیم پر گامزن جماعتوں اور خصوصاً ایسی جماعت جو پُرامن جدوجہد میں یقین رکھتی ہو، اس کے راستے میں انتظامی سطح پر رکاوٹیں کھڑی کرکے دراصل اس کے کارکنوں کو اپنی جدوجہد کے حوالہ سے مایوسی کا شکار کرنا چاہتی ہے۔

تنظیم اسلامی کے رفقاء کا فرض ہے کہ وہ ان سازشوں کا ادراک کریں‘ مشتعل ہرگز نہ ہوں‘ کُفُّوْٓا اَیْدِیَکُمْ کے حکم کی سختی سے پابندی کریں‘ صبر محض اور عدم تشدد کے فلسفہ سے کسی قیمت پر روگردانی نہ کریں‘ پھر یہ کہ ہم سب اپنے گریبانوں میں جھانکیں‘ اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا جائزہ لیں‘ دین وشریعت کی بنیادی باتوں کو دانتوں سے پکڑ لیں‘ اللہ سے اپنے تعلق کو مضبوط کریں اور سنت رسول سے رہنمائی حاصل کریں۔ علاوہ ازیں تنظیمی فکر کے ابلاغ کے لیے اپنے زیادہ سے زیادہ اوقات کو وقف کریں‘ مشغلوں کو تیز کریں کہ وقت کم اور مقابلہ سخت ہے۔ ہمیں یہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ ہمارے ساتھ بیوروکریسی کے اس رویہ کی سب سے بڑی اور اہم وجہ یہ ہے کہ وہ ہمارے committed رفقاء کی تعداد سے اچھی طرح واقف ہیں اور وہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ ہم ابھی نظام کے راستے کی رکاوٹ نہیں بن سکتے، لہٰذا جس طرح مظلوم کا یہ قصور بہرحال ہوتا ہے کہ اس کی کمزوری ظالم کو ظلم کرنے کا موقع مہیا کرتی ہے، اسی طرح اس ساری داستان میں اصل قصور اور اصل خطا ہماری ہے کہ ہم ابھی تک committed رفقاء کی تعداد اتنی نہیں بڑھا سکے کہ نظام کو خطرہ محسوس ہو، لہٰذا نظام ہماری انتظامی اور فکری ٹارگٹ کلنگ کررہا ہے۔

دعوت رجوع الی القرآن کی اساسی دستاویز
ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کی مقبولِ عام تالیف
مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق
اشاعت خاص: 45 روپے   اشاعت عام: 25 روپے

غزہ میں اسرائیل کی درندگی اور سانحۂ کربلا کا پیغام

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 23 نومبر 2012ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[سورۃ التوبہ اور سورۃ الصف کی چند آیات کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد:]

حضرات محترم! آج محرم الحرام کی آٹھ تاریخ ہے۔ پرسوں یوم عاشورہ ہے۔ اس دن کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔ اس دن کا اور اس سے پہلے یا بعد کے دن کا روزہ رکھنا بھی نبی اکرم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے معمولات میں سے تھا۔ یہ وہ دن ہے جس دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے۔ علاوہ ازیں انسانی تاریخ میں اور بھی بہت سے اہم واقعات اس دن ہوئے۔ البتہ ہمارے ہاں بالعموم یومِ عاشور نواسۂ رسول حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کربلا کے میدان میں اندوہناک شہادت کے واقعہ کے حوالے سے معروف ہے' جو یقیناً تاریخ اسلام کا ایک نہایت دردانگیز باب ہے۔

ہمارے ہاں ریاستی وحکومتی سطح پر پورا انتظامی ڈھانچہ اس موقع پر الرٹ ہوجاتا ہے۔ اس لیے کہ ملک دشمن عناصر تخریبی کارروائیوں کے لیے متحرک ہوجاتے ہیں۔ یہ کام اصلاً یہود و نصاریٰ اور ہنود کرتے ہیں جو ہمارے ازلی دشمن ہیں' البتہ اس کے لیے وہ ہمارے ہاں سرپھرے لوگوں کو استعمال کرتے ہیں۔ پھر وہ بدامنی وانتشار سے خوب فائدہ اٹھاتے ہیں اور عالمی میڈیا جن پر چاہتا ہے اس کا الزام عائد کردیتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلکی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو فروغ دیا جائے' تاکہ دشمن کو اپنے عزائم کو آگے بڑھانے کا موقع نہ ملے۔ اسی مقصد کے لیے کچھ عرصہ پہلے ملی یکجہتی کونسل کا قیام عمل میں آیا تھا' اب اس کا دوبارہ احیاء ہوا ہے۔ کونسل کے صدر محترم قاضی حسین احمد کی طرف سے 22 نومبر کے روزنامہ جنگ میں ایک اشتہار کے ذریعہ قوم کو یکجہتی کا پیغام دیا گیا ہے اور علماء وخطباء حضرات سے اپیل کی گئی ہے کہ اس موقع پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اسلام کے لیے قربانی کے فلسفہ کے بنیادی نکات پر گفتگو کی جائے۔ لہٰذا آج کی گفتگو میں ایک تو اس پر بات ہوگی' لیکن اس سے پہلے غزہ میں اسرائیل کی درندگی' بدترین ریاستی دہشت گردی اور ان کی اسلام دشمنی کا ذکر کروں گا۔

قرآن حکیم میں دو مقامات پر تقریباً ایک ہی قسم کے الفاظ میں یہودیوں کی اسلام دشمنی اور آپؐ کے مقصد بعثت غلبۂ دین کا ذکر ساتھ ساتھ ہوا ہے۔ ایک مقام پر سورۃ التوبہ میں ہے۔ فرمایا:

﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (32)﴾

''یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں۔ اور اللہ اپنے نور کو پورا کیے بغیر رہنے کا نہیں۔ اگرچہ کافروں کو برا ہی لگے۔''

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (33)﴾

''وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبرؐ کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ کافر ناخوش ہی ہوں۔''

﴿يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (8)﴾

''یہ چاہتے ہیں کہ اللہ (کے چراغ) کی روشنی کو منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا خواہ کافر ناخوش ہی ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ یہودی یہ چاہتے ہیں (اس لیے کہ پیچھے تذکرہ یہود کا ہو رہا ہے) کہ اللہ کے نور کو' اللہ کے دین کو' اپنے منہ کی پھونکوں سے گل کر دیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نور ہدایت کا اتمام فرما کر رہے گا۔ یہودی پہلے دن سے اسلام کے خلاف ہیں۔ عیسائیوں کے ساتھ مسلمانوں کی دشمنی وعداوت بہت بعد میں شروع ہوئی۔ یہود نے ابتدائے اسلام بالخصوص رسول خداؐ کی حیاتِ مبارکہ کے مدنی دور میں قدم قدم پر آنحضور ﷺ کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کیں۔ اسلام کے خلاف سازشیں کیں۔ غزوۂ احزاب میں مسلمانوں کے خلاف عرب کے سارے قبائل اکٹھے ہوکر مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے۔ ان تمام کفار کو جمع کرنے والے یہود تھے۔ یہود نے آپؐ کو شہید کرنے کی بھی کئی مرتبہ سازشیں کیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے عین وقت پر وحی کے ذریعے بے نقاب کیا۔ ان کی اسلام دشمنی کی بنیادی وجہ ان کا حسد اور تکبر تھا۔ قرآن کہتا ہے کہ وہ حضور ﷺ کو بحیثیت رسولؐ اس طرح پہچانتے تھے جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں' مگر انہیں اصل تکلیف اس بات سے تھی کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت ورسالت کا اعزاز جو دو ہزار سال سے زائد عرصہ تک بنی اسرائیل میں چلا آتا تھا ان سے چھین کر بنی اسماعیل کو کیوں دے دیا؟ آخری نبیؐ کی بعثت بنی اسماعیل میں سے کیوں ہوگئی؟ یہ وہی حسد اور تکبر ہے جس نے شیطان کو حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے روکا تھا۔ چنانچہ آپؐ کی بعثت سے یہود بالکل اسی مقام پر کھڑے ہیں جس پر آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کے بعد شیطان کھڑا ہے۔ انہوں نے وہی کردار اپنا رکھا ہے جو شیطان کا چلا آتا ہے۔ ان کی طرف سے آغاز ہی سے اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کی پوری کوششیں ہو رہی ہیں۔ ان کی ذہانت وفطانت ایسی بات پر صرف ہو رہی ہے کہ ہم کسی طرح اس پوزیشن میں آجائیں کہ مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں' اسلام کے چراغ کو گل کر دیں۔ چنانچہ فلسطین بالخصوص ان دنوں غزہ کی پٹی میں جو کچھ ہو رہا

ہے وہ ان کے انہی جذبات کا عملی اظہار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں تکذیب حق کی سزا بھی دے رکھی ہے۔ یہ اپنی جگہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ انہوں نے اپنی تاریخ میں انبیاء کی مخالفت اور بعضوں کو قتل کر دینے تک کی جسارتیں بھی کیں۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی جھٹلایا جو انہی میں سے رسول تھے اور انہی کی طرف آئے تھے۔ انہیں جادوگر قرار دے کر اپنے تئیں سولی پر چڑھا دیا۔ حالانکہ انہیں بھی پہچانتے تھے کہ ان کی آمد کی پیشین گوئیاں پہلے نبی او ر رسول کرتے تھے۔ بہرکیف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کے بعد اللہ نے انہیں راندۂ درگاہ کیا۔ (بنی اسماعیل میں نبی آخر الزمان ﷺ کی بعثت کے بعد تو وہ پورے طور پر شیطان کے ایجنٹ بن گئے اور اسلام کے چراغ کو بجھا دینا ان کا مقصد حیات بن گیا۔) 70 عیسوی میں رومی جرنیل ٹائٹس نے یروشلم شہر پر حملہ کیا اور ہیکل سلیمانی کو مسمار کیا اور ایک دن میں ایک لاکھ 33 ہزار یہودیوں کو قتل کر ڈالا اور 67 ہزار کو غلام بنالیا۔ اس دن سے یہودیوں کا ''دورِ انتشار'' شروع ہوا اور وہ دنیا بھر میں پھیل گئے۔ ان کا سرزمین فلسطین سے اثر ورسوخ ختم ہوا تو لگ بھگ انیس سو برس تک وہاں سر اٹھانے کا موقع نہ ملا۔ عہد فاروقی تک یروشلم عیسائیوں کے قبضہ میں تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ فتح ہوا تو خلیفہ ثانی اور عیسائیوں میں جو معاہدہ طے پایا۔ اس میں یہ شق شامل کی گئی کہ یہودی یروشلم کی زیارت کے لیے تو آ سکیں گے۔ لیکن انہیں یہاں سکونت اختیار کرنے کی اجازت نہ ہو گی۔ یہودیوں پر یہ پابندی خلافت عثمانیہ کے خاتمہ تک رہی۔ خلافت عثمانیہ جب بہت کمزور ہو گئی تو آخری خلیفہ عبدالحمید کے زمانے میں یہودیوں نے بہت کوشش کی کہ خلیفہ انہیں فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت دے دیں۔ اس کے لیے انہیں بڑے بڑے لالچ دیے گئے لیکن خلیفہ نے صاف انکار کر دیا کہ جو معاہدہ خلیفہ ثانی نے کیا تھا' ہم اس کی پابندی کریں گے۔ بالآخر یہودیوں نے سازش کے ذریعے خلافت کے ادارے کو ختم کر دیا اور یکم نومبر 1917ء کو برطانیہ کے تعاون سے اعلان بالفورڈ کے ذریعے وہاں پر رہنے کے حقوق حاصل کر لیے۔ اسی لیے قائداعظم نے کہا تھا کہ ''اسرائیل مغرب کی ناجائز اولاد ہے۔'' خطۂ فلسطین پر ہرگز یہود کا حق نہیں۔ وہ غاصب ہیں۔ اگر ماضی بعید میں کبھی وہ اسرائیل میں رہے تو اس سے انہیں یہ حق حاصل نہیں ہو جاتا کہ مسلمانوں کو تہ تیغ کر کے اس سرزمین پر قبضہ جمالیں۔ علامہ اقبال نے یہی بات کہی تھی کہ اگر اس بنیاد پر فلسطین کا حق جتلایا جاتا ہے تو پھر اسپین پر بھی مسلمانوں کا حق مانا جانا چاہیے کہ وہ وہاں آٹھ سو برس تک حکمران رہے ہیں۔

ہے خاکِ فلسطیں پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہلِ عرب کا؟

غزہ جسے صیہونیوں نے اپنی بدترین دہشت گردی اور درندگی کا نشانہ بنایا ہے' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسلامی سلطنت میں شامل کیا گیا۔ یہاں حضور ﷺ کے پردادا ہاشم کی قبر بھی ہے۔ اسی نسبت سے اسے غزہ ہاشم بھی کہا جاتا ہے۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران عثمانی ترکوں کا غزہ پر قبضہ تھا۔ 1923ء سے 1948ء تک غزہ برطانوی کنٹرول میں رہا۔ 1949 میں مصر کی حکمرانی میں دے دیا گیا لیکن مصر نے فلسطینیوں کو اپنی شہریت نہ دی۔ 1959ء میں آل فلسطین حکومت ختم کر دی گئی۔ جمال عبدالناصر نے پین عرب ازم کے تحت اسے کنٹرول میں لے لیا، لیکن مصر میں ضم نہ کیا اور ایک مقبوضہ علاقے کی حیثیت سے رکھا اور وہاں فوجی گورنر کے ذریعے حکومت کی۔ جون 1967ء کی جنگ میں اسرائیل نے اس پر پھر قبضہ کر لیا۔ 1979ء میں اسرائیل اور مصر کے مابین ایک معاہدے کے تحت اس علاقے کی محدود خود مختار حیثیت کو تسلیم کر لیا گیا۔ ستمبر 1993ء میں اوسلو معاہدے کے تحت جو اسرائیل اور پی ایل او کے درمیان ہوا اسے فلسطین کا حصہ بنا دیا گیا اور یاسر عرفات مرحوم نے غزہ کو اپنا صوبائی ہیڈ کوارٹر بنا لیا۔ 1995ء میں ایک اور معاہدہ پی ایل او اور اسرائیل کے درمیان ہوا اور مغربی کنارے کی طرف بہت سے حصہ کا فلسطینی اتھارٹی کو کنٹرول دے دیا گیا اور 88 منتخب نمائندوں کی کونسل قائم کر دی گئی۔ مصر اسرائیل سے معاہدے کے مطابق جنوبی بارڈر کو کنٹرول کرتا رہا۔ یوں اسرائیل نے پی ایل او کو رام کر کے اپنے تئیں اپنی

پریس ریلیز 27 نومبر 2012ء **حافظ عاکف سعید**

استحکام پاکستان اوراس کی بقا نظریۂ اسلام کو فروغ دینے اور حقیقی اسلام کے قیام میں مضمر ہے

استحکام پاکستان اوراس کی بقا نظریۂ اسلام کو فروغ دینے اور حقیقی اسلام کے قیام میں مضمر ہے۔ پاکستان دوقومی نظریے کی بنیاد پر وجود میں آیا اور نظریۂ پاکستان کی عملی شکل ہی اِسے استحکام بخش سکتی ہے۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مقامی ہوٹل میں سینئر کالم نگاروں کے اعزاز میں دیے گئے عشائیے کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ ہمارے سیاسی زوال، اخلاقی انحطاط اور معاشی غلامی کا اصل سبب یہ ہے کہ ہم نے گزشتہ 65 سالوں میں اللہ کے دین کو قائم نہیں کیا جس کی وجہ سے پاکستان مسائلستان بن چکا ہے۔ بدکردار، نااہل اور ظالم حکمران کا ہم پر مسلط ہو جانا اللہ کے عذاب کی ایک شکل ہے۔ حافظ عاکف سعید نے کہا کہ اس ملک میں حقیقی اور کامل اسلام انتخابی سیاست کے ذریعے ممکن نہیں۔ اس لیے کہ جاگیرداری نظام، سرداری نظام، وڈیرہ سسٹم اور برادری سسٹم دینی جماعتوں کی کامیابی میں رکاوٹ ہے۔ پاکستان میں حقیقی اسلام نافذ نہ ہوا تو یہ ملک نہ صرف عدم استحکام کا شکار رہے گا بلکہ اس کی بقا اور سالمیت بھی خطرات سے دوچار ہو جائے گی۔

حافظ عاکف سعید نے کہا کہ محض چہرے اور انتظامی ہاتھ بدلنے سے حقیقی تبدیلی نہیں آسکتی۔ ملک میں حقیقی تبدیلی لانے کے لیے اپنی معاش اور معاشرت کو اسلامی بنانے والے اور سمع وطاعت کے خوگر معتدبہ افراد پر مشتمل جماعت کو پُر امن اور منظم احتجاجی تحریک چلانا ہوگی۔ ہماری ملکی تاریخ گواہ ہے کہ دینی جماعتوں نے دین ومذہب کے حوالے سے جب بھی تحریک چلائی اُنھیں کامیابی ملی۔ اگر اب بھی ہماری دینی جماعتیں ملک میں مکمل نفاذِ اسلام کے لیے مل کر تحریک چلائیں تو کوئی داخلی یا خارجی قوت اُن کی راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکے گی۔ تمام دینی جماعتوں سے ہماری اپیل اور تمنا ہے کہ وہ منہج انقلاب نبوی سے ماخوذ نفاذ اسلام کی اس جدوجہد میں ہمارا ساتھ دیں، ہم ان کے ورکرز کے طور پر کام کریں گے ورنہ ہم اپنی بساط کے مطابق اس انقلابی راستے پر چلتے رہنے کو اپنے لیے باعث سعادت سمجھیں گے کیونکہ ہماری تمام مساعی کا مقصد اللہ کی رضا اور اُخروی کامیابی کا حصول ہے۔

تنظیم اسلامی شعبہ نشرواشاعت کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی اس نشست میں اوریا مقبول جان، حسین احمد پراچہ، محمد انیس الرحمان، اسرار بخاری، عزیز ظفر آزاد، قیوم نظامی اور ارشاد احمد عارف نے شرکت فرمائی۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی)

سیکیورٹی کو یقینی بنا لیا۔ جنوری 2006ء کے انتخابات میں حماس نے غیر متوقع طور پر اپنی حریف جماعت الفتح کو شکست دے کر اقتدار حاصل کر لیا۔ حماس کے لیڈر اسماعیل ہنیہ وزیر اعظم بن گئے، جو آغاز سے اسرائیل کے ساتھ معاہدات کی مخالفت کر رہے تھے۔ لہٰذا اسرائیل اور اس کے حواری امریکہ اینڈ کمپنی پریشان ہو گئے۔ انہوں نے محمود عباس جو اسرائیل اور مغرب دونوں کے فیورٹ ہیں، کے ذریعے ایک سال میں ہی اسماعیل ہنیہ کی حکومت برخاست کر دی، لیکن انہوں نے صدر کے احکامات کی تعمیل سے انکار کر دیا۔ غزہ میں چونکہ انہیں زبردست حمایت حاصل تھی، وہ وہاں جم کر بیٹھ گئے۔ لہٰذا اقتدار دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ مغربی کنارے کا کنٹرول P.N.A یعنی فلسطین نیشنل اتھارٹی اور غزہ کا کنٹرول حماس کے ہاتھ میں آ گیا۔ محمود عباس کی سربراہی میں فلسطین نیشنل اتھارٹی تو اسرائیل کے سامنے سرنگوں ہو چکی ہے۔ اب غزہ میں حماس سے ہتھیار رکھوانے کے لیے اسرائیل امریکہ اور مغرب کی سرپرستی میں اس درندگی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔

اسرائیلی یہودی یا امریکی اور یورپی عیسائی وہ تو اسلام کے علانیہ دشمن ہیں۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کارروائیاں اور جنگ و جدل کرتے ہیں تو گلہ کرنا چہ معنی دارد۔ سوال یہ ہے کہ مسلمان خصوصاً ان کے حکمران وہ کس کھیل تماشے میں پڑے ہیں۔ اس کے سوا کیا کہیں اور کیا لکھیں ع حمیت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے۔ عرب ممالک کا یہ حال ہو چکا ہے کہ اسرائیل کی زبان اور بیان سے مذمت کرتے ہوئے خوف کھانے لگے ہیں۔ سعودی عرب کے شاہ عبداللہ نے فریقین کو تحمل و برداشت کا مظاہرہ کرنے کو کہا ہے۔ سعودی عرب ہو یا قطر وہ اسرائیل کی مذمت کی بجائے حماس سے یہ کہہ رہے ہیں کہ کوئی ایسی بات نہ کرو جس سے اسرائیل کو پریشانی ہو۔ بلاشبہ اسرائیل جس درندگی کا مظاہرہ کر رہا ہے وہ دہشت گردی اور بہیمیت کی انتہا ہے۔ لیکن اس پر مسلمان حکمرانوں کا رویہ انتہائی قابل مذمت اور تشویشناک ہے۔

اب آیئے ملی یکجہتی کونسل کے چند نکات کی طرف جو سانحہ کربلا کے حوالے سے ان کے ”خطابات جمعہ کمیشن“ کی طرف سے علماء کرام کو بیان کرنے کے لیے تجویز کیے گئے ہیں۔ یہ بہت اہم نکات ہیں۔ جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اسلام کے لیے شہادت میں ہمارے لیے سبق کو اجاگر کرتے ہیں۔ نواسۂ رسول کی قربانی ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ ریاست و حکومت کے اسلامی اصولوں کی حفاظت و نگہبانی اور ان کے مٹائے جانے پر ہمیں سر دھڑ کی بازی لگا دینی چاہیے۔ ان بنیادی اصولوں میں سے پہلا نکتہ یہ ہے کہ ”ملک اللہ کا ہے“ لہٰذا یہاں حق حکمرانی بھی صرف اللہ کا ہے۔ اُسی کی شریعت کی بالادستی ہونی چاہیے۔ مسلمان زمین پر اللہ کے نمائندوں کی حیثیت سے اس قانون کو نافذ کرنے کے پابند ہیں۔ اور قانون کون سا ہے؟ یہ قانون اللہ کی طرف سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت ہے۔ افسوس کہ جب ہم اس پہلو سے دیکھتے ہیں تو خون کے آنسو رونے کو دل کرتا ہے۔ ہم مسلمانوں نے زمین کے ایک چپے پر بھی اللہ کا قانون نافذ نہیں کیا۔ یہ مملکت خداداد پاکستان جو خالصتاً اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا 65 سال گزرنے کے باوجود ہم یہاں اسلام نافذ نہ کر سکے۔ آگے جن نکات کا تذکرہ ہے وہ یہ ہیں:

☆ حکومت مسلمانوں کے قابل اعتماد نیک سیرت نمائندوں کی ہو۔
☆ بیت المال حکومت کے ہاتھ میں امانت ہے۔
☆ حکمران اللہ اور عوام کے سامنے جوابدہ ہیں۔
☆ مسلمان حکمران قانون کے ویسے ہی پابند ہیں جیسے مسلمان رعایا۔
☆ اسلامی ریاست میں مسلمانوں کی مجلس شوریٰ جری' نیک' خداترس' علم شریعت سے آگاہ اور مسلمانوں کے قابل اعتماد نمائندوں پر مشتمل ہوگی۔
☆ مسلمان رعایا کو اظہار رائے کی مکمل آزادی ہوگی اور انہیں مسلمان حکمرانوں پر تنقید کا مکمل حق اور اختیار حاصل ہوگا۔

اس کے بعد کہا گیا ہے کہ:

”جب ان اصولوں کو مٹایا جانے لگا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اپنی ذات اور خاندان کی قربانی پیش کر دی اور امت مسلمہ کے لیے ایک انمٹ اور ناقابل فراموش درس چھوڑ کر اور سرخرو ہو کر اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔“

یہاں یہ بات بھی واضح کر دی جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو عظیم الشان نظام دے کر گئے تھے وہ اگرچہ اپنی آئیڈیل شکل میں عہد نبوی اور دور خلافت راشدہ میں تھا' لیکن یہ نہیں ہوا کہ خلافت راشدہ کے بعد اس نظام کی عمارت ساری کی ساری زمین بوس ہو گئی بلکہ یوں سمجھئے کہ یہ نظام ایک چھ منزلہ عمارت تھی' جس کی بالائی منزل سیاسی نظام میں ایک درجہ نیچے ہوا۔ یہ ہوا کہ خلیفہ کا چناؤ اہلیت کی بنیاد پر شوریٰ کے اصول کے تحت ہونے کی بجائے موروثیت کے تحت ہونے لگا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اسلام کی بجائے ٹوٹل ملوکیت آ گئی۔ اس لیے کہ ملوکیت میں تو بادشاہ مختار کل ہوتا ہے جبکہ یہاں قانون تو اللہ ہی کا رہا۔ تاآنکہ یہ زوال بڑھتا گیا اور 1924ء میں خلافت عثمانیہ کے خاتمہ سے اسلامی نظام کی عمارت مکمل طور پر زمین بوس ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ سب سے بہترین دور یہ میرا دور ہے اس کے بعد جو اس سے ملحق ہے (یعنی خلافت راشدہ) اور پھر جو اس سے ملحق ہے (یعنی دور تابعین) اور یہ دور بعضوں کے نزدیک 100 ہجری اور بعضوں کے مطابق 126 ہجری تک چلا ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کو جس میں کامل امن و امان رہا جیسے خلافت فاروقی اور خلافت عثمانی میں رہا ہے اور فتوحات کا سلسلہ بھی آگے بڑھا' لیکن ہم اس پورے حصے کو بالکل نظر انداز کر جاتے ہیں' یہ صحیح نہیں ہے۔ پھر انہوں نے کس مصلحت کے تحت جانشینی کا معاملہ کیا۔ اسے بھی جاننا ضروری ہے (اس کے لیے والد محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے دو کتابچوں ”شہید مظلوم“ اور ”سانحۂ کربلا“ کا مطالعہ نہایت مفید رہے گا' لہٰذا اس کا مطالعہ کر لیجیے)۔ بہرکیف حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عظیم الشان قربانی میں ہمارے لیے جو سبق ہے اسے تازہ کرنے کی ضرورت ہے۔ نواسۂ رسولؐ یزید کے خلاف اس لیے اٹھے کہ اسلام میں جو بلند تر سطح کا سیاسی نظام تھا اس میں ایک دراڑ آ گئی تھی کہ موروثیت کا معاملہ ہو گیا تھا آج تو اسلام کی ساری کی ساری عمارت ہی زمین بوس ہے۔ پورا نظام شریعت منہدم ہے' مگر اس کی ہمیں کوئی فکر نہیں۔ معاشی' معاشرتی' سیاسی' عدالتی نظام غرضیکہ عائلی قوانین بھی اسلام سے متصادم ہیں۔ ہم سے تو بہتر انڈیا کے مسلمان ہیں جنہوں نے قربانیاں دے کر اور تحریک چلا کر اپنے عائلی قوانین کا تو تحفظ کیا ہے۔ ہم سے یہ بھی نہ ہو سکا۔ ایوب خان کے دور کے غیر اسلامی عائلی قوانین چلے آتے ہیں مگر ہمارے کانوں پر جوں تک بھی نہیں رینگتی۔ ہم نے نفاذ اسلام کے لیے کوئی تحریک نہیں چلائی اور نہ عائلی قوانین کے خلاف ہی احتجاج کر کے انہیں اسلام کے مطابق بنانے کا مطالبہ کیا ہے۔ یہ ہمارا بہت بڑا جرم ہے۔

ملی یکجہتی کونسل نے بجا طور پر یہ یاد دلایا ہے کہ ”آج ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام دنیا کے مسلمان حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنا رہنما اور پیشوا مانتے ہوئے اپنے اپنے ملکوں میں اسلامی ریاست کے انہی اصولوں کی حفاظت کے لیے اکٹھے ہو جائیں۔“

اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

میں اور تو

ربیعہ ندرت

میری زندگی کا وہ مرحلہ میرے لیے کس قدر کٹھن اور پریشان کن تھا' جب تو نے مجھے عالم بقا سے دارِ فنا کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ میری ننھی سی' بے بس' کمزور اور نادان جان کو کڑا سفر درپیش تھا۔ اجنبی راستہ' طویل مسافتیں' دشوار گزار اور پُر پیچ گھاٹیاں اور انجان منزل۔ میں نے خوف سے آنکھیں موند لیں۔ لیکن خلاف توقع حیرت انگیز طور پر بحفاظت سبک رفتاری کے ساتھ اپنی منزل پر پہنچ گئی۔ دو مہربان ہاتھوں نے مضبوطی سے مجھے تھام لیا۔ ان ہاتھوں کا لمس مسحور کن تھا۔ ان کی پور پور سے محبت کے چشمے پھوٹ کر مجھے سیراب کر رہے تھے۔ ان ہاتھوں نے مجھے ایک نرم گرم اور آرام دہ آغوش میں ڈال دیا۔ میں نے بہت مشکل سے اپنی آنکھوں کو وا کیا کہ دیکھوں بھلا میں کہاں ہوں؟ میں نے نیم کھلی آنکھوں سے ایک شفیق چہرے کو اپنے وجود پر جھکا ہوا پایا۔ اس چہرے کی آنکھوں میں محبت کے جگنو چمک رہے تھے اور وہ مارے خوشی کے جل تھل ہو گئی تھیں۔ اس کے لب ہولے ہولے ہل رہے تھے۔ نہ جانے وہ کیا کہہ رہے تھے؟ میں نے اپنے کان اس ہستی کی آواز کی جانب لگا دیے۔ اس کی آواز میرے کانوں میں رس گھولتی چلی گئی۔ وہ تو مجھے دعائیں دیتی چلی جا رہی تھی۔ وہ مجسم محبت تھی۔ وہ سرتاپا شفقت تھی۔ وہ سراسر دعا تھی۔ وہ کڑی دھوپ میں ٹھنڈی اور گھنی چھاؤں تھی۔ اس کا چہرہ دیکھ کر میرے دل سے رنج و غم مٹ گیا۔ پھر اس نے مجھے اپنے ہاتھوں میں سمیٹ کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ اس کے دل کی ہر دھڑکن میں میرے لیے محبت و الفت کا پیغام تھا۔ میں اس بے پایاں محبت کے سحر میں جکڑ کر رہ گئی۔ مجھے اپنی قسمت پر خود ہی رشک آنے لگا۔ میں کیسی خوش نصیب مسافر تھی کہ ایک جنت سے نکل کر دوسری جنت کی آغوش میں پہنچ گئی تھی۔

زندگی کے سفر پر روانہ کرنے سے پہلے تو نے مجھے انواع و اقسام کے زادِ راہ سے مالا مال کیا۔ تو نے میرے دل میں آرزو کا بیج بویا۔ اس آرزو کے بطن سے جستجو نے جنم لیا۔ تو نے میری آنکھوں میں خواب سجائے اور میں بے قرار ہو کر ان کی تعبیر پانے کو نکل گئی۔ تو نے میرے سینے میں اُمید کا دیا جلایا اور اُمید کے ساتھ ساتھ صبر اور انتظار کی شمعیں بھی روشن کر دیں، تو نے سوئے ہوئے جذبوں کو جگایا۔ تو نے میرے ذہن کو خوبصورت اور خوش رنگ خیالوں کی گزرگاہ بنایا۔ تو نے میرے وجود میں خوب سے خوب تر کی تلاش رکھ دی۔ تو نے مجھے عقل و خرد سے نوازا۔ پھر دھیرے دھیرے مجھے علم سے روشناس کیا۔ علم سے میں نے تجھے پہچانا۔ جستجو نے مجھے تڑپایا اور اس تڑپ نے راہِ عمل کھول دی۔ لیکن راہِ عمل کے چپے چپے پر چاق و چوبند راہزن گھات لگائے بیٹھے ہیں۔ بہت مشکل سے میں یہ پُر خار راستہ ذرا سا طے کر کے اپنے تئیں مطمئن ہوتی ہوں کہ وہ اپنی شاطرانہ چالوں سے میری منزل کھوٹی کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ سانپ اور سیڑھی کا یہ کھیل اس قدر ضبطِ نفس اور احتیاط کا متقاضی ہے کہ ؏

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام

میرے ماضی کا بیشتر حصہ آج بھی میرے لیے ایک گہرا اور پُر اسرار بھید ہے۔ مجھ پر وہ زمانہ بھی گزرا جب میں عدم میں آباد تھی۔ نہ جانے وہاں میں کس شکل' کس ہیئت' کس کیفیت اور کس حیثیت سے قیام پذیر تھی؟ شاید ٹھوس کی شکل میں یا شائد مائع کی صورت میں یا شاید گیس کی مانند یا شاید ان سب سے جدا' ان سب سے الگ کسی اور ہی صورت میں۔ بے شک تو ہی جانتا ہے کہ عدم سے وجود میں آنے کے دوران مجھ پر کیا بیتی۔ کب پہلی دفعہ میرا دل دھڑکا۔ کب میرے ذہن میں خیال کی آمد ہوئی۔ کب میں نے پہلی دفعہ سانس لیا۔ کب میں نے پہلی دفعہ آنکھ کھولی۔ کب میں نے پہلی دفعہ جھرجھری لی اور میرا وجود حرکت سے آشنا ہوا۔ کب میرے دل میں خوف در آیا اور کب وہ خوشی سے جھوم اٹھا۔ کب میں نے پہلی دفعہ کوئی حرف ادا کرنے کی کوشش کی۔ کب میرے لبوں پر پہلی مسکراہٹ پھیلی۔ کب پہلی خواہش نے مجھے بے قرار کیا۔ کب پہلی دفعہ میری آنکھ بھر آئی۔ کب میں نے پہلی دفعہ بارش کے پانی کو اپنی مٹھی میں بند کرنے کی کوشش کی۔ کب میں نے پہلی دفعہ کسی پرندے کا نغمہ سنا۔ کب میری آنکھیں حیرت سے پھیلیں اور کب وہ بھر آئیں۔ کب پہلی دفعہ ہوا نے مجھے چھوا۔ کب تو نے مجھے حرفِ تمنا کو دعا میں ڈھالنا سکھایا۔ کب تیری نعمتوں اور رحمتوں کا احساس ہوا اور پھر میرے دل نے محبت اور شکر سے لبریز ہو کر تیرے حضور میں کب پہلا سجدہ کیا۔

میرا مستقبل بھی دبیز پردوں میں لپٹا ہوا ہے۔ میں تو یہ بھی نہیں جانتی کہ میری زندگی کی آخری سانس کب آئے گی اور کہاں آئے گی؟ میرا دل آخری دفعہ کب دھڑکے گا؟ میری نگاہوں کے سامنے آخری منظر کیا ہو گا؟ میرا آخری کھانا کن چیزوں پر مشتمل ہو گا اور اسے میں کس کے ساتھ اور کہاں تناول کروں گی؟ میرا دل آخری دفعہ کب مغموم ہو گا؟ کب مسرور ہو گا؟ کب مسحور ہو گا اور کن جذبات سے معمور ہو گا۔ میری آخری خواہش کیا ہو گی؟ میری زبان پر آخری لفظ کیا ہو گا؟ کس کے ہاتھوں کا لمس آخری ثابت ہو گا؟ کس لمحے میں میری روح لبیک پکارتی ہوئی تیرے دربار میں حاضر ہو جائے گی اور پھر کون سا قطعۂ زمین میری عارضی قیام گاہ بنے گا؟ اللہ اللہ کیسی جہالت' لاعلمی اور بے خبری ہے کہ ؎

سنی حکایت ہستی تو درمیاں سے سنی
نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا معلوم

میری اس دنیا کے ذرے ذرے پر تیری حکمرانی ہے۔ ہوا کا ہر جھونکا ہر آن تیرے حکم کا منتظر ہے کہ مالک مجھے بتا میرے لیے کیا حکم ہے؟ کیا اپنے وجود کو سمیٹ کر جمود طاری کر لوں یا اپنے پیر جھاڑ کر خشک کر لوں یا اپنے نم آلود پروں سے ہر طرف حبس اور نمی پھیلا دوں۔ تھم تھم کر چلوں یا جم جم کر چلوں؟ کیا دھیرے دھیرے، خراماں خراماں بڑے وقار اور سبک خرامی کے ساتھ ڈلکی چال چلتے ہوئے دنیا کو اپنی چھب دکھلاؤں یا دلوں کو دہلا دینے والی چنگھاڑ کے ساتھ برق رفتاری کو اپناتے ہوئے تیری اہداف شدہ اشیاء کو نشانِ عبرت بنا دوں؟ بادِ نسیم بنوں'

جھکڑ بن جاؤں' آندھی کی شکل اختیار کرلوں یا مرغولوں کی صورت میں زمین سے بلند ہو کر فضا میں اٹھکیلیاں کروں؟ حیوانات و نباتات کے لیے زندگی کی نوید بنوں یا تباہی کا سبب؟ کس کے لیے راحتِ جاں بنوں اور کس کے لیے آفتِ جاں بن جاؤں؟

پانی کا ہر قطرہ بھی دست بستہ تیرے حکم کا منتظر ہے کہ مالک بتا تیری رضا کیا ہے؟ میں جم کر برف کی شکل اختیار کرلوں یا بھاپ بن کر انسانی نظر سے چھپ جاؤں یا شبنم بن کر سبزے کو ٹھنڈک عطا کر دوں یا زمین میں جذب ہو کر پودوں کو زندگی بخش دوں یا اپنے آپ کو کسی صدف کے بطن میں قید کر کے موتی کا روپ دھار لوں؟ انسانی پیاس بجھاؤں یا حیوانوں کے کام آؤں؟ بادلوں میں سے دھیرے دھیرے چھم چھم کر کے برسوں یا اندھا دھند برس کر سیلاب بلا کی شکل اختیار کرلوں؟ اپنے وجود کو سمندر کے اندر فنا کر دوں یا کسی گھر کے آنگن کو جل تھل کر دوں؟ بلندی پر برس کر نشیب کا رخ کروں یا پستی کو سیراب کرتا رہوں؟

مٹی کا ہر ذرہ محوِ انتظار ہے کہ اے احکم الحاکمین! اپنا حکم نازل فرما۔ اپنا فرمان جاری کر دے کہ میرے سینے میں جو بیج محوِ خواب ہیں' ان میں سے کس کس کو بارآور کر کے انہیں ننھے منے پودوں کی شکل دے کر اپنے کواڑ کھول کر انہیں رنگوں اور روشنیوں کی دنیا میں کھڑا کر دوں، تاکہ وہ بھی تیری کائنات کے عجائبات کو دیکھ دیکھ کر لطف اندوز ہوتے رہیں۔ اور کن کن بیجوں کو اپنی تاریک اور نمناک تہوں میں ہمیشہ کے لیے دفن کر دوں۔ کس کے لیے بقا کا پیغام بنوں اور کس کو فنا کے گھاٹ اتار دوں؟ اور پھر جب بارش مہمان بن کر میرے دروازے پر دستک دے تو کب دروازہ کھول کر اسے داخلے کی اجازت دے کر اپنی پیاس بجھاؤں اور سیراب و تر ہو جاؤں اور کب دروازے کو مضبوطی سے بند کر کے خود خشکی سے چٹخی رہ جاؤں؟

تیری ذات میرے لیے ایک گہرا راز ہے۔ میری تمام تر کاوشیں اور میرا تمام تر علم بھی اس بھید کو پانے سے عاجز ہے۔ تیری تلاش میں نکلتی ہوں تو ہزار کوشش کے باوجود تجھے پا نہیں سکتی۔ جب تھک کر ہار مان جاتی ہوں تو میرے آس پاس کی چیزیں مجھے پکارنے لگتی ہیں:

''اری نادان! کہاں بھٹک رہی ہو؟ وہ تو ادھر ہے۔''

پھول کھلکھلا کر ہنسنے لگتے ہیں۔

''کمال ہے کہ تم اسے ڈھونڈنے نکلی ہو' جو تمہارے اندر بھی ہے اور باہر بھی' تمہارے آس پاس وہی تو چھایا ہوا ہے۔''

کوئل کوکنے لگتی ہے:

''سنو' سنو' مجھے سنو۔ غور سے سنو۔ کان لگا کر سنو۔ میرا انداز دیکھو۔ میری پرواز دیکھو۔ حیرت ہے، کیا اب بھی تمہیں وہ نہیں ملا؟''۔

درختوں کے پتے تالیاں بجانے لگتے ہیں:

''وہی تو ہے جو ہمیں حرکت کا حکم دے رہا ہے۔''

بند کلیاں مسکرا کر کہتی ہیں:

''ہم بھی نہ جانے کب سے دم سادھے' مہر بلب' ہمہ تن گوش اس کی پکار کی منتظر ہیں۔ جب وہ ہمیں پکارتا ہے تو ہم سہیلیاں ایک دوسرے کو استفہامیہ نظروں سے دیکھ کر سوال کرتی ہیں۔ ہمیں کس نے پکارا؟ اس کے فوراً بعد ہمارے اندر سے ایک توانا آواز ابھرتی ہے۔ اسی نے جو وحدہ، لاشریک ہے اور تم سب جس کی پکار کی منتظر تھیں۔ یہ سنتے ہی ہم سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے چٹک کر خندہ زن ہو جاتی ہیں۔''

ریت کے ذرے میرے رخسار کو چھوتے ہوئے ہولے سے میرے کان میں سرگوشی کرتے ہیں:

''ہم مدتوں بے حس و حرکت پڑے رہتے ہیں۔ پھر وہ اپنے حکم سے کسی کے پاؤں کی ٹھوکر سے ہمیں حرکت میں لاتا ہے یا تیز ہوا کے جھونکوں کے ذریعے ہمیں نقل مکانی کا حکم دے دیتا ہے۔''

جگنو اپنی ننھی مشعلوں سے ہلکی ہلکی روپہلی روشنی پھیلاتے ہوئے کہتے ہیں:

''وہی تو ہے' جس نے آسمان کو ستاروں سے رونق بخشی اور ہمیں زمین کے تارے بنا کر چمکا دیا۔''

تتلیاں اپنے خوش رنگ پروں کو پھیلاتے ہوئے کہتی ہیں:

''ذرا ہمارے پروں کے نقش و نگار کو دیکھو۔ مختلف رنگوں کے امتزاج کو دیکھو۔ ان رنگوں کی نفاست اور نزاکت کو دیکھو اور پھر سوچو کہ وہ کس پائے کا مصور ہے؟''

مور فخر سے اٹھلاتے ہوئے اپنے دیدہ زیب پروں کو نیم دائرے میں پھیلا کر کہتے ہیں:

''بھلا ہمارے ہوتے ہوئے تتلیوں کی خوبصورتی کا کیا ذکر ہے۔ ہم سا ہو تو سامنے آئے۔ اس کا حسنِ کمال دیکھنا چاہتی ہو تو ذوقِ جمال پیدا کرو۔ ان رنگوں کی شوخی اور چمک کو دیکھو۔ یہ رنگ تو گویا سانس لیتی منہ بولتی تصویریں ہیں۔ یہ رنگ تو جادو کا سا اثر رکھتے ہیں۔ دیکھنے والا باذوق ہو تو ہمیں دیکھ کر وہ گھڑی بھر کے لیے حیران و ششدر رہ جاتا ہے اور اس کی سوچ ایک ہی لمحے میں جست لگا کر کہاں سے کہاں پہنچ جاتی ہے۔''

چاند ضیا پاشی کرتے ہوئے کہتا ہے:

''مجھے دیکھو، وہی تو ہے جس نے مجھے اندھیرے کا چراغ بنا کر روشن کر دیا۔ جونہی رات کو کائنات کی ہر چیز کالی دبیز چادر اوڑھ لیتی ہے' میں اس کے حکم سے پوری آب و تاب کے ساتھ نمودار ہو جاتا ہوں اور جونہی دن کا اجالا پھیلنے لگتا ہے' وہ میری روشنی سلب کر لیتا ہے اور میں محوِ خواب ہو جاتا ہوں۔ اس بے مثال و بے نظیر کارخانے کا ہر کارکن طوعاً و کرہاً اس کے حکم کے مطابق اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اس کے حکم سے سرتابی کر سکے۔ اگر تم اس کارخانے کے نظم و ضبط اور انتظام و انصرام کا بغور جائزہ لوگی تو تم ضرور اس کے خالق اور منتظم اعلیٰ کو پا لوگی۔''

میری تخلیق کے دوران مجھ پر وہ زمانہ بھی گزرا' جب میں تن تنہا نو ماہ ایک گھپ اندھیرے غار میں مقید رہی۔ جہاں ہوا کا گزر تھا' نہ روشنی کی کرن اور نہ کوئی ہم زبان۔ لیکن اس دوران تو نے میری خوب دیکھ بھال کی۔ ہر طرح کے آرام و آسائش سے نوازے رکھا۔ شاید وہاں بھی کبھی میں بے چین ہو جاتی ہوں گی اور پھر تو ہی مجھے تھپک کر پرسکون کرتا ہوگا۔ شاید وہاں بھی جب کبھی میں آبدیدہ ہو جاتی ہوں گی تو تو ہی میرے آنسو پونچھتا ہوگا۔ شاید مجھے بھوک ستاتی ہوگی تو تو ہی مجھے کھلاتا ہوگا۔ وہاں نہ جانے کیسی لوری سن کر میں محوِ خواب ہوا کرتی تھی۔ وہاں تیرے سوا کوئی میری ضرورت' کیفیت اور مزاج سے آگاہ نہ تھا۔ میرے لیے وہ قید اس لیے آرام دہ اور خوشگوار تھی کہ تو میری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب تھا۔ تیرا میرا ساتھ کتنا پرانا ہے' کس قدر گہرا' کتنا اٹوٹ اور انمول کہ جب کسی سے کوئی رشتہ نہ تھا' تجھ سے تھا۔ جب کسی سے کوئی رابطہ نہ تھا' تجھ سے تھا۔ دیکھ! اب میری زندگی کی شام ہو رہی ہے۔ نہ جانے کب جسم اور روح کا رشتہ ٹوٹنے والا ہے۔ مجھے پھر وہی مرحلہ درپیش ہے۔ وہی کمزور' بے بس اور نادان سی جان اور وہی طویل مسافتیں' اجنبی راستے' کٹھن اور پُر پیچ گھاٹیاں اور انجان منزل۔ اے میرے ربِ مہربان، اے میرے مونس و غمخوار! اے میرے ہمدمِ دیرینہ! مجھے تنہا نہ چھوڑ دینا کہ میں تیری رفاقت اور اعانت کی عادی ہو چکی ہوں اور میں جان گئی ہوں کہ تیرے بنا میں کچھ نہیں' کچھ بھی نہیں!

غزہ پر اسرائیلی جارحیت

خلافت فورم میں فکر انگیز مکالمہ

تجزیہ نگار: ایوب بیگ مرزا (ناظم نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

میزبان: وسیم احمد

سوال : اسرائیل عرب جھگڑا ہے کیا؟ گزشتہ 60،70 سالوں میں اس حوالے سے چھوٹی بڑی کئی جنگیں ہو چکی ہیں آپ کے خیال میں اِن خونریز جنگوں کا اصل ذمہ دار کون ہے؟

ایوب بیگ مرزا : اگر آپ تاریخ کا بغور مطالعہ کریں تو گزشتہ 3 ہزار سال کی تاریخ ہمیں یہی بتاتی ہے کہ یہودی قوم کی سرشت میں شر شامل رہا ہے یہ وہ قوم ہے جس نے حضرت عیسی علیہ السلام کو ماننے سے صاف انکار کیا تھا۔ اسی طرح جب عیسائیت دُنیا میں پھیلنا شروع ہوئی تو ایک مکار یہودی سینٹ پال نے عیسائیت کا لبادہ اُوڑھ کر عیسائیت پر ناصرف شب خون مارا بلکہ عیسائیت میں مختلف بدعات کا آغاز کر کے عیسائیت کا حلیہ بگاڑ کے رکھ دیا۔ لہٰذا تاریخ میں راسخ العقیدہ عیسائی شروع سے یہودیوں کے بدترین مخالف رہے ہیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فلسطین فتح کیا تو عیسائیوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شہر کی چابیاں پیش کرتے ہوئے سب سے اہم شرط یہی رکھی تھی کہ آپ ؓ یہودیوں کو فلسطین میں نہ صرف بسنے بلکہ داخلے تک کی اجازت نہیں دیں گے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیونکہ ایک جلیل القدر صحابی تھے لہٰذا آپ ؓ نے عیسائیوں سے یہ وعدہ تو کر لیا کہ وہ یہودیوں کو ارضِ فلسطین میں بسنے نہیں دیں گے لیکن یہودیوں کو دیوارِ گریہ کی زیارت وغیرہ کے سلسلے میں آنے سے نہیں روکیں گے۔ 1776ء میں جب امریکہ آزاد ہوا تو اُس کے بانیوں میں سے بینجمن فرینکلین، جارج واشنگٹن جان، اور جان ایڈم وغیرہ نے اپنے ساتھیوں کے سامنے یہ بات پُرزور انداز میں رکھی کہ یہودی امریکہ میں ہرگز آباد نہیں ہوں گے اور اگر انہیں امریکہ میں آباد ہونے کی اجازت دی گئی تو یہ امریکہ میں فساد برپا کر دیں گے۔ لوگوں نے اُن کی بات نہیں مانی اور آج آپ دیکھ سکتے ہیں کہ پورا امریکہ یہودیوں کے قبضے میں آ چکا ہے۔ اسی طرح ہٹلر کے یہ تاریخی الفاظ ہیں کہ میں اگرچہ یہودیوں کو مار رہا ہوں لیکن جن یہودیوں کو میں چھوڑ رہا ہوں وہ اس لیے چھوڑ رہا ہوں کہ دُنیا یہ جان لے کہ میں نے یہودیوں کو کیوں مارا تھا۔ ہٹلر کی بات کا مطلب واضح ہے کہ یہودی فتنہ پرور ہوتے ہیں۔ یہ کبھی بھی فساد سے باز نہیں آ سکتے۔ پہلے برطانیہ اِن یہودیوں کے ہاتھوں یرغمال بنا رہا اب امریکہ ان کے ہاتھوں یرغمال بنا ہوا ہے۔ پہلی جنگِ عظیم کے بعد برطانیہ کے ایک فارن سیکرٹری بالفور نے ایک ڈیکلریشن پیش کی تھی۔ اگرچہ ڈیکلریشن کے اس متن سے ہم لوگ اتفاق نہیں کرتے لیکن آپ دیکھیں کہ اُن یہودیوں نے اُس ڈیکلریشن کو بھی ماننے سے صاف انکار کر دیا تھا کیونکہ اس کے متن میں یہ بات شامل تھی کہ یہودی غیر یہودیوں کے حقوق کو تلف نہیں کریں گے۔ یہودیوں نے اس ڈیکلریشن کی بھی دھجیاں اُکھیڑ کے رکھ دی جو کہ سراسر یہودیوں کے حق میں تھا۔ ارضِ فلسطین پر یہودی اپنا حق جتانے کی یہ وجہ بتاتے ہیں کہ ہمیں اس سرزمین مقدس سے نکالا گیا تھا۔ اگر بات اس بنیاد پر کی جاتی ہے کہ یہودی ارضِ فلسطین پر کبھی آباد تھے تو بقول علامہ اقبال ہے۔

ہے خاکِ فلسطیں پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہلِ عرب کا؟

اسپین بھی تقریباً 800 سال تک مسلمانوں کا مسکن رہا ہے۔ اس لحاظ سے مسلمانوں کو بھی اسپین واپس لوٹانا چاہیے۔ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ اسپین میں تو مسلمانوں نے یہودیوں کو تمام حقوق دیئے تھے البتہ 1191ء میں جب سلطان صلاح الدین ایوبی ؒ نے ارضِ فلسطین کو فتح کیا تھا تو اُس نے عیسائی اور یہودیوں کو تمام حقوق دیئے تھے جبکہ اسپین میں مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دیا گیا تھا۔ یہودیوں کی سرشت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ یہ ہمیشہ سے محسن کش رہے ہیں۔ اسپین کی مثال واضح ہے کہ مسلمانوں نے اسپین میں عیسائیوں کی نسبت یہودیوں کو زیادہ رعایتیں دی تھیں لیکن جب اسپین میں مسلمانوں کا زوال شروع ہوا تو اُنہی یہودیوں نے عیسائیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنا شروع کر دی تھیں۔ تاریخ میں یہودیوں نے ہمیشہ سے بدترین کردار ادا کیا ہے۔ اپنی اسی بدترین خصلت کو دہراتے ہوئے یہودیوں نے پہلے ارضِ فلسطین پر قبضہ کیا پھر آہستہ آہستہ مسلمانوں کی بستیوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا اور مسلمانوں کی بستیوں کی بستیوں کو برباد کرنا شروع کر دیا اور جسے اِن یہودیوں نے ارضِ فلسطین سے مسلمانوں کو نکلنے پر مجبور کیا ہے وہ زیادہ پرانی بات نہیں ہے۔ لہٰذا اِن جنگوں کی اصل وجہ یہی یہودی ہیں جس کی وجہ سے پھر خونریزی ہوئی ہے۔

سوال : غزہ کی جغرافیائی پوزیشن اور اِس کا تھوڑا سا تاریخی بیک گراؤنڈ ہمارے ناظرین کو بتائیں کیا غزہ اور بقیہ فلسطین الگ الگ علاقے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا : U.N.O سے پہلے فلسطینیوں کو لیگ آف نیشن کے آرٹیکل 22 کے تحت سکونت اختیار کرنے کی اتھارٹی ملی تھی۔ فلسطین 1948ء تک حکومت برطانیہ کے زیر تسلط رہا۔ 1949ء میں غزہ کے علاقہ کو حکومت مصر کے قبضہ میں دے دیا گیا۔ غزہ بحیرہ قلزم کی ساحلی پٹی پر واقع ہے۔ 2009ء کی مردم شماری کے مطابق غزہ کی آبادی پانچ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ غزہ عربی زبان میں مضبوطی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ غزہ کو غزہ ہاشم بھی کہا جاتا ہے۔ وہ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پرداد کا نام ہاشم تھا۔ اُن کی قبر غزہ میں واقع ہے۔ 1949ء میں تمام عرب لیگ فلسطینیوں کا اس علاقے پر حق سمجھتے ہوئے یہاں سے دست بردار ہو گئے تھے۔ صرف اُردن کے علاوہ باقی چھ ممالک نے یہ علاقہ فلسطینیوں کے حوالے کر دیا تھا۔ غزہ اور فلسطین شروع میں ایک علاقہ ہی تھا۔ لہٰذا 1993ء میں جب یاسر عرفات اور اسحاق رابن کے درمیان اوسلو معاہدہ ہوا تو اس کے تحت غزہ کو یاسر عرفات نے اپنا صوبائی ہیڈ کوارٹر بنایا تھا۔ لیکن جب جنوری 2006ء میں غزہ کے اندر انتخابات ہوئے۔ اُس وقت دو بڑی سیاسی جماعتیں تھیں جو عوام میں کافی مقبول تھیں۔ یاسر عرفات کی جماعت الفتح اور اسماعیل حانیہ کی جماعت حماس۔ حماس انتخابات میں اکثریت کے ساتھ کامیاب ہوئی اور حکومت میں آئی لیکن حماس کی حکومت تھوڑے ہی عرصہ قائم رہ سکی کیونکہ امریکہ اور اسرائیل حماس سے خوفزدہ تھے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا ہے کہ فتنہ پروری یہودی قوم کی سرشت میں شامل ہے۔ لہٰذا سازشوں کے ذریعہ اسرائیل نے حماس کو اقتدار سے علیحدہ کروا دیا۔ افسوس کے ساتھ یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ اگر اُن کی سرشت میں مکاری ہے تو ہم مسلمان لیڈروں کی سرشت میں غداری ہے۔ بہرحال حماس نے اس فیصلے کو ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ غزہ پر حماس کا مکمل کنٹرول تھا اور P.L.O کا مغربی کنارے پر۔ لیکن اسرائیل کبھی

بھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ پی ایل او مقابلے میں حماس کو عسکری لحاظ سے مضبوطی حاصل ہو۔ کیونکہ غزہ کی سرحد مصر سے ملتی ہے، لہٰذا اسرائیل کا یہ کہنا ہے مصر اور غزہ کے درمیان خفیہ سرنگیں قائم ہیں، جہاں سے کھانے پینے کے سامان کے علاوہ اسلحہ وغیرہ بھی مصر سے غزہ سمگل کیا جاتا ہے جو بعد میں اسرائیل کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ اسرائیل کو خوش کرنے کے لیے مصر کے سابق صدر حسنی مبارک نے وہ خفیہ راستے بند کر دیے تھے جن پر اسرائیل کو اعتراض تھا۔ بعد میں اسرائیل کی جانب سے قائم کردہ بارڈر کو حماس نے نقصان بھی پہنچایا تھا۔ لہٰذا اسرائیل اُس فلسطینی حصہ سے مطمئن ہے جہاں محمود عباس کی حکومت ہے۔ محمود عباس ہی وہاں صدر ہے۔ اس طرح جب مصر کے موجودہ وزیراعظم نے غزہ کا دورہ کیا تھا تو غزہ میں حماس کے اسماعیل حانیہ نے بحیثیت وزیراعظم اُن کا استقبال کیا تھا۔ کیونکہ اسرائیل غزہ کے معصوم لوگوں کو بے دریغ قتل کر رہا ہے۔ اسی لیے پورے فلسطین کے مقابلے میں غزہ کے اندر اسرائیل مخالف جذبات زیادہ پائے جاتے ہیں۔

سوال :اسرائیل جغرافیائی لحاظ سے ایک چھوٹا سا ملک ہے۔ ساری دنیا میں یہودیوں کی تعداد بھی بڑی محدود ہے پھر صرف عرب ممالک ہی نہیں پوری اسلامی دُنیا اُس سے خوفزدہ ہے حقیقت کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا : تمام اسلامی ممالک اسرائیل سے خوفزدہ ہیں لیکن عرب ممالک نسبتاً زیادہ خوف زدہ ہیں۔ کوئی بھی مسلمان ملک ایسی بات کرنے سے کتراتا ہے جو اسرائیل کو بری لگے۔ حیرانی کی بات ہے کہ انھوں نے دنیا کو اپنی محنت اور عیاری سے ایسا جکڑا ہوا ہے کہ کوئی ان کی مرضی کے خلاف اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا۔ یہ بات یقیناً آپ جانتے ہوں گے کہ شریر آدمی ذہین بھی ہوتا ہے، شر اِن یہودیوں کی رگ رگ میں سمایا ہوا ہے۔ مسلمان ہی کیا یہودیوں سے تو اِن کے دوست عیسائی بھی خوش نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر حال ہی میں ایک Video Blooper سوشل میڈیا پر آیا ہے جس میں امریکی صدر اُوباما اور سابق فرانسیسی صدر نکولس سرکوزی ایک کانفرنس میں ساتھ ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ نکولس سرکوزی نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ شاید مائیک بند ہے صدر اُوباما سے کہا میں اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاھو سے بہت تنگ ہوں کوئی نہ کوئی غلط بات کرتا ہی رہتا ہے۔ اس پر صدر اُوباما نے کہا کہ آپ کے ساتھ تو کبھی کبھی یہ مصیبت پیش آتی ہے مجھے تو آئے روز اس مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس بات سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ تمام دُنیا اِن لوگوں سے کتنی تنگ ہے۔

مسلمانوں کا معاملہ یہ ہے کہ ہم اپنی بنیاد سے بالکل ہٹ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ، قرآن اور سنتِ رسول سے ہمارا تعلق بالکل ختم ہو کے رہ گیا ہے۔ اس طرح ہماری تمام عبادات نمائشی ہو کے رہ گئی ہیں۔ آپ دیکھیں کہ دُنیا کے نقشہ پر 57 اسلامی ممالک ہیں لیکن کسی ایک ملک میں بھی اسلامی نظام قائم نہیں ہے۔ پھر یہ اسلامی ممالک کے سربراہانِ مملکت حکومتی امور اور اسلامی نظام کے نفاذ سے زیادہ اپنی عیش و عشرت اور اپنی ذاتی مراعات میں زیادہ فعال ہیں، جس کے نتیجہ میں حاکم کا اپنی عوام سے تعلق منقطع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا حکومت میں وہ قوت باقی نہیں رہتی جس کی پشت پر عوام ہوتی ہے۔ لہٰذا ایسے حکمران اپنی عوام کو قابو میں رکھنے اور اپنی حکومت کو قائم و دائم رکھنے کے لیے غیر سے مدد حاصل کرتے ہیں کیونکہ اصل شے اُن کے لیے اپنی کرسی اور اپنا اقتدار ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ اپنی عوام کے خلاف غیروں کی حمایت حاصل کرتے ہیں اب جو غیر لوگ ہیں وہ لازمی طور پر اسلام دشمن ہوتے ہیں وہ اسلام کو کبھی بھی بحیثیت نظام تسلیم نہیں کریں گے لہٰذا اس مدد کے عوض مسلمان حکمرانوں سے وہ باتیں منواتے ہیں جو صریحاً اسلام دشمنی پر مبنی ہوتی ہیں اب چاہیے سعودی عرب ہو یا پاکستان وہ اسرائیل کے خلاف فلسطینیوں کی مدد نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اگر ان اسلامی ملکوں کے حکمرانوں نے فلسطینیوں کی مدد کی تو امریکہ کے توسط سے اُنھیں جو اقتدار ملا ہے وہ ختم ہو جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمام عالم اسلام میں واحد پاکستان ایک ایسا ملک ہے جو ایٹمی پاور کے ساتھ ساتھ باصلاحیت فوج بھی رکھتا ہے۔ لیکن اس باصلاحیت فوج نے جو ملک کا حال کیا ہے وہ بھی ہمارے سامنے ہے۔ بہر حال باقی 56 ممالک کے مقابلے میں پھر بھی پاکستان بہتر صلاحیت کا حامل ملک ہے۔ یہ نقطہ بھی خاصا قابل غور ہے کہ یہ باقی 56 ممالک کس لیے امریکہ سے اتنا جدید اسلحہ خریدتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسلحہ چلانے کے لیے نہیں خریدا جاتا بلکہ یہ امریکی اسلحہ ساز صنعت کو چلانے کے لیے خریدا جاتا ہے جب فوج میں مقابلہ کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے تو پھر اتنا جدید اسلحہ رکھنے کا کیا فائدہ؟ جب 1969ء میں مسلمانوں نے O.I.C کی بنیاد رکھی تو دنیا میں یہ اُمید بندھ گئی تھی کہ اب مسلمان اکٹھے ہو کر جہاں جہاں اسلام دشمن طاقتیں موجود ہیں خواہ اسرائیل ہو یا انڈیا اِن تمام کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے گا۔ لیکن اُسی O.I.C کا حال یہ ہے کہ اُس کا ہونا یا نہ ہونا ایک سا ہو کر رہ گیا ہے، اسی طرح عرب لیگ کا حال بھی ہمارے سامنے ہے۔ بلکہ عرب لیگ کا تو یہ معاملہ ہے کہ وہ براہِ راست امریکہ سے (Dictation) لیتے ہیں۔ امریکہ کے دفاعی ادارے پینٹاگون اور سی آئی اے میں تو یہودیوں کا غلبہ ہے۔ لیون پینٹا اور ہنری کسنجر یہ سب یہودی ہیں۔ اسی لیے یہ سب ادارے درحقیقت اسرائیلی مفادات کا تحفظ کر رہے ہیں۔ غزہ میں جس انداز سے ظلم و بربریت کا مظاہرہ کیا گیا ہے اور چھوٹے چھوٹے پھول جیسے بچوں کا قتل عام کیا گیا ہے۔ اُن معصوموں کے لیے کسی کے پاس تعزیت کے الفاظ تک نہیں ہیں جبکہ U.N.O نے ملالہ کے زخمی ہونے پر ملالہ ڈے منایا جس کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ ملالہ کیس سب امریکی ڈراما تھا۔ کچھ لوگ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ ملالہ کا زخمی ہونا بھی مشکوک ہے۔ یہودیوں کے سپر طاقت ہونے اور اسلام دشمنی کی بنا پر یہ سب کچھ ہو رہا ہے لہٰذا مسلمان حکومتوں کو مسلمانوں کے خون سے زیادہ اپنی حکومتیں عزیز ہیں۔

سوال:مصر کے صدر مرسی کی کوششوں سے حماس اور اسرائیل کے درمیان جنگ بندی کا معاہدہ ہو گیا ہے اور یہ جنگ عارضی طور پر رک گئی ہے۔ آپ یہ فرمائیں کہ اسرائیل نے غزہ پر اس خاص Point of Time پر حملہ کیوں کیا اور کیا اس حالیہ معاہدے کے ذریعے وہاں دیرپا امن قائم ہو سکے گا؟

ایوب بیگ مرزا : اسرائیل کا موجودہ وزیراعظم یہودیوں میں سے بدتر انسان ہے۔ 2008ء میں جب اسرائیل میں الیکشن ہوئے تھے تو آپ کو یاد ہوگا کہ اسرائیل کے الیکشن سے پہلے بھی فلسطین اور غزہ میں اسرائیلی حملے ہوئے تھے جس میں کافی مسلمان شہید ہوئے تھے۔ یہ اسرائیل کی الیکشن مہم کا حصہ ہے جو کہ فلسطینیوں کا خون بہا کر شروع کی جاتی ہے کیونکہ اِس سے پارٹی لیڈروں کو زیادہ یہودیوں کا ووٹ ملتا ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ جنوری 2013ء میں اسرائیل میں الیکشن منعقد ہو رہے ہیں۔ لہٰذا یہ موجودہ وزیراعظم پھر 2008ء والی صورتِ حال پیدا کر کے اپنی کرسی کو مضبوط کرنا چاہتا ہے۔ اس جنگ بندی سے پہلے مجھے اس بات کا خدشہ تھا کہ شاید اسرائیل اپنے گریٹر اسرائیل کے منصوبے کو پایا تکمیل تک پہنچانے کے لیے اس جنگ کو طول دے کر بڑھا نہ دے لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جنگ بندی ہو گئی ہے۔ ایک بات اچھی طرح سے ہمیں سمجھ لینی چاہیے کہ یہ جنگ بندی خواہ عارضی ہو یا مستقل جب تک ہم اسی طرح سے اِن لوگوں کے غلام بنے رہیں گے اسرائیل عربوں کا نام و نشان مٹا دے گا یا پھر اللہ تعالیٰ شاید مسلمانوں کو غیرت عطا فرما دے تا کہ مسلمان اسرائیل کا نام و نشان مٹا دیں۔ اگر آپ اسرائیل کا نقشہ دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ اسرائیل کا وجود مشرق وسطیٰ میں ایسا ہی ہے جیسا کسی نے اِس علاقے میں خنجر گھونپ دیا ہو، میری نظر میں اس خنجر کو

گھونپنے کا سب سے زیادہ ذمہ دار برطانیہ ہے۔ اسرائیل کو قائم کرنے میں ہمارا قصور بھی ہے لیکن اس اسرائیل کو پہلی جنگِ عظیم کے ذریعے مسلمانوں پر برطانیہ نے مسلط کیا ہے۔ اس طرح پاکستان بحیثیت مسلمان ایٹمی ملک ہونے کے فلسطینیوں کی کچھ مدد نہیں کر رہا ہے۔ بلکہ مسلمانوں کی حفاظت کی بجائے اب ہم خود اس ایٹم بم کو بچانے کی فکر میں لگ گئے ہیں۔ مسلمانوں کا خون اُسی طرح ارزاں ہے اور پانی کی طرح بہہ رہا ہے۔

سوال : اسرائیل کی اس جنگی جارحیت کو امریکہ کی مکمل حمایت حاصل ہے اور وہ ہمیشہ یہ کہتا ہے کہ اسرائیل اپنے دفاع کے لیے یہ سب کچھ کر رہا ہے۔ اُس کے لیے وہ حق بجانب ہے۔ آپ یہ فرمائیں کہ اس سارے کھیل میں امریکہ کا کیا رول ہے اور انٹرنیشنل میڈیا اور ہمارے میڈیا نے اس حوالے سے کیا کردار ادا کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا : ایک بات اچھی طرح سے سمجھ لینی چاہیے کہ کوئی امریکی صدر یہودیوں کی حمایت کے بغیر امریکی صدر بن ہی نہیں سکتا۔ امریکی تاریخ میں صدر نکسن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بہترین امریکی صدور میں سے ایک تھا۔ لیکن جب اُس نے یہودیوں کے مفادات کے خلاف کچھ باتیں کیں تو کہا جاتا ہے کہ وہ وائٹ ہاؤس سے روتا ہوا نکلا۔ اسی طرح بل کلنٹن کا حال بھی ہم سب کے سامنے ہے کہ اُسے کیسے ذلیل ہو کر وائٹ ہاؤس سے جانا پڑا تھا۔ اسی طرح 1973ء کی عرب اسرائیل جنگ میں جب مصر فتح کے قریب پہنچ گیا تھا تو امریکہ نے اسرائیل کی مدد کے لیے فضا میں ہوائی جہازوں کے ذریعہ اسلحہ سپلائی کا پل بنا دیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں مصر وہ جنگ ہار گیا تھا اُس موقع پر مصری صدر انور سادات نے یہ کہا تھا کہ ''میں اسرائیل سے تو لڑ سکتا ہوں لیکن امریکہ سے نہیں لڑ سکتا''۔ امریکہ کا تو یہ حال ہے کہ جب اسرائیل 150 کے قریب مسلمانوں کو فلسطین میں شہید کر دیتا ہے تو پھر امریکہ یہ کہتا ہے کہ جنگ بندی ہو جانی چاہیے۔ آپ بتائیں کہ کیا اس وقت پورے عالم عرب میں کوئی بھی ایسی مسلمان جنگجو تنظیم یا مسلمان ملک ہے جو اسرائیل کو نقصان پہنچا سکے۔ وہ تو صرف ایک عراق تھا جس سے اسرائیل کو خطرہ تھا کہ شاید یہ ہمارے خلاف کچھ کرے گا لیکن آپ دیکھیں کہ عراق کا اُنھوں نے کیا حال کیا۔ اُنھوں نے عراق کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ میں یہ الفاظ بڑے سوچ سمجھ کر استعمال کر رہا ہوں کہ اس وقت کسی بھی سطح پر اسرائیل کو عرب کے کسی بھی ملک سے کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔ پھر اسرائیل اپنے دفاع کا کون سا حق استعمال کر رہا ہے۔ یہ سب کچھ ظالم کا ساتھ دینے کے بہانے ہیں تاکہ مظلوموں کو مزید کچلا جا سکے۔ ایک کہاوت ہے کہ ظالم کا تو یہ قصور ہوتا ہی ہے کہ وہ ظالم ہے مظلوم کا بھی اتنا قصور ضرور ہوتا ہے کہ وہ اتنا کمزور کیوں ہے۔ اس وقت اسرائیل کا ٹارگٹ صرف مسلمان ہیں البتہ پاکستان اسرائیل کا سب سے بڑا ٹارگٹ ہے۔ جب اسرائیل نے جمال عبدالناصر کے خلاف 1967ء کی جنگ جیتی تو اس جنگ کی فتح کا جشن پیرس میں منایا گیا تھا اور اُس وقت کا اسرائیلی وزیراعظم پیرس میں اُس تقریب سے خطاب کرنے گیا تھا۔ اسرائیلی وزیراعظم نے اُس تقریب میں پاکستان کے بارے میں جو بات کی تھی اُسے ہر پاکستانی اچھی طرح سے ذہن نشین کر لے۔ اُس نے کہا تھا کہ عربوں کی کوئی حیثیت ہے نہ ہی اُن میں جرأت کہ وہ ہمارا مقابلہ کریں۔ ہاں البتہ ہمارا اصل دشمن پاکستان ہے۔ یاد رہے یہ اُس وقت کے الفاظ ہیں جب ابھی پاکستان ایٹمی طاقت بھی نہیں بنا تھا۔ درحقیقت یہ وہ چیلنج تھا جو اُس نے ہمیں دیا تھا۔ ہمارا حال یہ ہے کہ پرویز مشرف اپنے دورِ حکومت میں اسرائیل کے اتنے قریب ہو گیا تھا کہ اسرائیل کی ریاست کو باقاعدہ تسلیم کرنا چاہ رہا تھا بلکہ اس سلسلے میں تو پرویز مشرف کے وزیر خارجہ خورشید محمود قصوری نے جرمنی میں اسرائیلی وزیر خارجہ شمعون پیریز سے ملاقات تک کر لی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ مشرف اسرائیل کا بڑا پسندیدہ صدر تھا اور مشرف کی صدارت سے رخصتی پر اسرائیل نے بڑا اظہارِ افسوس کیا تھا۔ لازمی بات ہے کہ ملک میں جو شخص بھی ایسی پالیسیاں لائے گا جس سے اس ملک کی بنیاد کو نقصان پہنچے گا تو وہ شخص اسرائیل اور امریکہ کا پسندیدہ ہو ہی جائے گا۔ اسی طرح ہمارے موجودہ صدر بھی سابق صدر کی مکمل پیروی کرتے ہوئے کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔

سوال : غزہ کی صورتِ حال پر انٹرنیشنل میڈیا اور ہمارے ملکی میڈیا نے جو کردار ادا کیا ہے اُس کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

ایوب بیگ مرزا : انٹرنیشنل میڈیا کے بارے میں یہی کہوں گا کہ ہم غیر سے کیا اُمید یا گلہ کریں افسوس اور حیرانی تو اپنے ملکی میڈیا پر ہے۔ جس نے ایک بچی ملالہ کے زخمی ہونے پر جس انداز سے پورے ملک میں پراپیگنڈا کیا تھا اُس سے تو پاکستانی میڈیا کا نام بدل کر ''ملالہ میڈیا'' رکھ دینا چاہیے تھا لیکن فلسطین میں پھول جیسے بچوں کی شہادتوں پر ہمارے میڈیا کو اتنی توفیق بھی نہ ہوئی کہ فلسطین کے ان معصوم بچوں کے لیے کوئی مکمل ٹی وی پروگرام ہی کر لیں۔ کسی اینکر کی زبان سے یہ نہیں نکلا کہ ان پھول سے بچوں کو کیوں موت کی نیند سلایا گیا ہے۔ ہم سوائے اپنے میڈیا کی زبانوں اور مردہ ضمیروں پر ماتم کرنے کے بجائے اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے میڈیا کو ڈالروں کی چمک چندھیا دیتی ہے بلکہ یہ کہا جانا چاہیے کہ ہمارے میڈیا کو ڈالروں کی چمک اندھا کر دیتی ہے۔ ہمارے میڈیا پر جو لاکھوں ڈالر کے USAID کے اشتہارات چل رہے ہیں پھر ہمارا میڈیا کیسے اسرائیل اور امریکہ کے خلاف زبان کھول سکتا ہے۔

(مرتب: وسیم احمد، محمد بدرالرحمٰن)

ضرورت رشتہ

☆ بیٹا عمر 22 سال، تعلیم مڈل ذاتی کاروبار تنظیم اسلامی سے منسلک کے لئے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0300-8436248

☆ ہمیں اپنی 27 سالہ بیٹی، ایم اے انگلش کے لئے 32 سال تک کے دینی رجحان رکھنے والے پوسٹ گریجویٹ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ صرف والدین رابطہ کریں۔
برائے رابطہ: 0333-4415176

☆ آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 23 سال، تعلیم ایم اے سپیشل ایجوکیشن، قد 5.6 کے لئے اعلیٰ تعلیم یافتہ برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ لاہور کے رہائش پذیر فیملی کو ترجیح دی جائے گی۔
برائے رابطہ: 0321-4901169

☆ مغل فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 26 سال، تعلیم ایم اے اسلامیات، ایم فل جاری، کے لئے دینی مزاج کے حامل، برسرروزگار، اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ صرف لاہور کے رہائش پذیر حضرات کے والدین رابطہ کریں۔
برائے رابطہ: 0322-4207684

☆ بیٹی، عمر 27 سال، تعلیم ایم اے اسلامیات، بی ایڈ خلع یافتہ، شرعی پردے کی پابند کے لئے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ، برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0301-7551820

☆ آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 23 سال، تعلیم ایم ایس سی، کے لئے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ، برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0321-7983129

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بن العاص

فرقان دانش

حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص کی کنیت ابومحمد تھی۔ قریش کے خاندان بنوسہم سے تعلق رکھتے تھے۔ آپؓ کے والد حضرت عمروؓ بن العاص فاتح مصر اپنی شجاعت، تدبیر، عسکری مہارت اور بصیرت کی بناء پر تاریخ اسلام کی قدآور شخصیت ہیں۔ عبداللہ بن عمروؓ اپنے علم وفضل اور ذوق عبادت کے اعتبار سے نہایت اعلیٰ وارفع مقام رکھتے ہیں۔ وہ قریش کے ان چند افراد میں شامل تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔

آپؓ کے والد حضرت عمروؓ بن العاص نے فتح مکہ سے چھ ماہ قبل اسلام قبول کیا۔ جبکہ حضرت عبداللہؓ کے بارے میں کتب میں یہی درج ہے کہ وہ اپنے والد سے کافی عرصہ پہلے اسلام قبول کر چکے تھے۔ قبول اسلام کے فوراً بعد وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے۔ رسول اکرم ﷺ سے بے پناہ عقیدت اور محبت کے باعث اکثر بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر رہتے اور آپؐ کے ارشادات بڑے غور سے سنا کرتے اور ان کو یاد کرنے کے علاوہ بسا اوقات لکھ بھی لیتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ ایک رئیس خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ قبول اسلام کے بعد عبادت کی کثرت کا یہ حال تھا کہ دائم الصوم اور قائم اللیل ہو گئے تھے۔ آپؓ نے اہل وعیال اور دوسرے دنیوی معاملات سے بھی بے نیازی اختیار کر لی تھی۔ حضرت عمروؓ بن العاص جب فتح مکہ سے قبل ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تو بیٹے کا یہ رنگ دیکھ کر انہیں سمجھایا کہ عبادت میں اتنی شدت مناسب نہیں اعتدال کا راستہ اختیار کرو۔ جب حضرت عبداللہؓ نے اپنی روش تبدیل نہ کی تو حضرت عمروؓ بن العاص نے سرور عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ماجرا عرض کیا۔ آپؐ نے حضرت عبداللہؓ کو بلا بھیجا۔ آپؐ نے ان سے فرمایا: ''مجھے بتایا گیا ہے کہ تم نے یہ معمول بنا رکھا ہے کہ دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے ہو اور رات بھر قیام کرتے ہو؟'' انہوں نے تصدیق کی، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''یہ طریقہ چھوڑ دو، روزے بھی رکھا کرو اور ناغہ بھی کیا کرو، اسی طرح رات کو نماز بھی پڑھا کرو اور سویا بھی کرو کیونکہ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے، اسی طرح تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے، تمہارے مہمانوں اور ملاقاتیوں کا بھی تم پر حق ہے۔ جو ہمیشہ بلا ناغہ روزہ رکھے، اُس نے گویا روزہ رکھا ہی نہیں۔ ہر مہینے میں تین دن کے نفلی روزے رکھ لینا ہمیشہ روزہ رکھنے کے حکم میں ہے۔ اسی طرح تم (قیام اللیل میں) ایک مہینے میں ایک قرآن پاک ختم کر لیا کرو۔''

حضرت عبداللہؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم پھر داؤدؑ کی طرح روزے رکھا کرو، وہ یوں کہ ایک دن روزہ اور ایک دن افطار اور تہجد میں سات دنوں میں ایک قرآن ختم کر لیا کرو۔ اس سے زیادہ نہ کرو۔'' (متفق علیہ)

مسند احمد میں ہے کہ آپؐ نے اس موقع پر یہ بھی فرمایا کہ یہی میرا طریقہ ہے اور جو میرے طریقے سے ہٹ کر چلے گا اس کا میری امت سے کوئی تعلق نہیں۔ انہوں نے ارشادِ نبویؐ کے سامنے سرِتسلیم خم کر دیا اور آئندہ اسی کے مطابق عمل کرنے کا وعدہ کیا۔

عہد رسالت میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا سب سے نمایاں کام احادیثِ نبویؐ کی کتابت ہے۔ حضرت عبداللہؓ کو اکثر بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوتی تھی۔ وہ جو کچھ آپؐ کی زبان مبارک سے سنا کرتے اس کو لکھ لیا کرتے تھے۔ بعض اصحاب نے انہیں ایسا کرنے سے منع کیا اور کہا کہ ''رسول اللہ ﷺ کبھی رضا کی حالت میں بولتے ہیں اور کبھی غضب کی حالت میں ہوتے ہیں۔ تم سب کچھ لکھ لیتے ہو''۔ اس پر حضرت عبداللہؓ نے فیصلہ کیا کہ جب تک رسول اللہ ﷺ سے پوچھ نہ لیں آپؐ کی کوئی بات نہ لکھیں گے۔ جب نبی اکرم ﷺ سے انہوں نے اس بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا: ''تم لکھ لیا کرو، اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، اس منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔'' (ابوداؤد، احمد بن حنبل، دارمی، حاکم، بیہقی)

نبی اکرم ﷺ سے اجازت ملنے پر حضرت عبداللہؓ نے پھر حدیثیں لکھنا شروع کر دیں اور ''الصادقہ'' کے نام سے ایک مجموعہ مرتب کیا جس میں ایک ہزار حدیثیں تھیں۔ اس مجموعے کو وہ بے حد عزیز رکھتے تھے اور کسی حالت میں بھی اس کی مفارقت گوارا نہ کرتے تھے۔

سرور عالم ﷺ کے وصال کے بعد دورِ خلافت ابوبکرؓ میں دفعتاً سارے عرب میں فتنہ ارتداد کے شعلے بھڑک اٹھے۔ اس فتنے کے استیصال میں حضرت عبداللہؓ کے والد حضرت عمروؓ بن العاص کا نام بہت نمایاں ہے۔ غالباً حضرت عبداللہؓ نے مدینہ منورہ میں رہ کر شہر کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا۔ حضرت ابوبکرؓ کے دور میں حضرت عبداللہؓ نے اپنے والد کی زیر قیادت جہادِ شام میں حصہ لیا اور رومیوں کے خلاف کئی معرکوں میں دادِ شجاعت دی۔ ابن اثیرؒ نے ''جنگ یرموک'' میں حضرت عبداللہؓ کی سرفروشانہ شرکت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ وہ اس معرکہ میں بڑی پامردی سے لڑے۔ اسی استقامت اور شجاعت کو دیکھتے ہوئے کئی مواقع پر حضرت عمروؓ بن العاص نے اپنا علَم قیادت ان کے ہاتھ تھما دیا۔ (اسد الغابہ)

حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں عبداللہ بن ابی سرح گورنر مصر کی تجویز پر انہیں افریقہ پر لشکر کشی کی اجازت دی تو مدینہ سے جو لشکر ان کی مدد کے لیے بھیجا اس میں دوسرے صحابہؓ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عمرو العاص، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبداللہ بن جعفرؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ بھی شریک تھے۔ ان اصحابؓ نے عبداللہ بن ابی سرح کی زیر قیادت طرابلس کے ساتھ دوسرے بڑے شہروں کو فتح و مطیع کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے دوسرے نوجوان

صحابہؓ کے ساتھ ہر معرکے میں اپنی شجاعت کی دھاک بٹھادی۔ حضرت علیؓ کے عہد خلافت (37ھ) میں حضرت امیر معاویہؓ والیٔ شام سے ان کے اختلافات نے جنگ صفین کی صورت اختیار کر لی تو حضرت عبداللہؓ اپنے والد کے ساتھ حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے لڑائی میں شریک ہوئے۔ حضرت عبداللہؓ اس خانہ جنگی کے سخت خلاف تھے اور اس میں حصہ نہیں لینا چاہتے تھے' لیکن والد گرامی کے حکم سے مجبوراً شریک ہوئے' تاہم انہوں نے والد گرامی کو بار بار اس جنگ سے کنارہ کش ہونے کے لیے کہا۔ مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ جنگ صفین میں حضرت عمار بن یاسرؓ حضرت علیؓ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے تو حضرت عبداللہؓ نے والد گرامی کی خدمت میں حاضر ہو کر فرمایا: ''ابا جان! کیا آپ کو رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد یاد نہیں کہ عمارؓ کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔'' یہ بات امیر معاویہؓ کو ناگوار گزری۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے حضرت عبداللہؓ سے مخاطب ہو کر کہا: ''جان پدر! اگر تمہارے یہی خیالات ہیں تو پھر تم کیوں ہمارے ساتھ ہو۔'' حضرت عبداللہؓ نے جواب دیا: ''ابا جان! مجھے نبی اکرم ﷺ نے تلقین فرمائی تھی کہ زندگی بھر باپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے رہنا۔ آپ کے حکم کے باعث میں یہاں ہوں۔''

جنگ صفین کا نتیجہ تحکیم کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس سلسلے میں حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان جو معاہدہ ہوا اس پر دستخط کرنے والوں میں حضرت عبداللہؓ (حضرت امیر معاویہؓ کی جانب سے) شامل تھے۔ ابن اثیرؒ لکھتے ہیں کہ جنگ صفین کے بعد حضرت عبداللہ پوری زندگی اس جنگ میں شرکت پر متاسف رہے۔ ابن اثیرؒ کا ہی بیان ہے کہ اس جنگ کے کچھ عرصہ بعد حضرت عبداللہ بن عمروؓ' حضرت ابوسعید خدریؓ اور کچھ دوسرے اصحاب مسجد نبوی میں بیٹھے تھے کہ حضرت حسین بن علیؓ کا ادھر سے گزر ہوا۔ حضرت عبداللہؓ نے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ''یہ وہ ہستی ہے جو آسمان والوں کے نزدیک دنیا میں سب سے زیادہ محبوب ہیں' اگرچہ جنگ صفین کے بعد آج تک میرے اور ان کے درمیان کوئی بات چیت نہیں ہوئی لیکن ان کی رضا سے بڑھ کر میں دنیا میں کسی شے کو عزیز نہیں جانتا''۔ یہ سن کر حضرت ابوسعید خدریؓ حضرت عبداللہؓ کو ساتھ لے کر سیدنا حضرت حسینؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت عبداللہؓ نے انہیں بتایا کہ وہ والد گرامی کے حکم کی تعمیل میں اس جنگ میں شریک ہوئے اور انہوں نے اس لڑائی میں نہ تلوار اٹھائی' نہ کوئی تیر چلایا اور نہ برچھی سے کسی کو زخمی کیا۔ یہ حقائق جان کر حضرت حسینؓ نے اپنی ناراضگی ختم کر لی۔

حضرت عبداللہؓ بڑے لطف و انبساط سے لوگوں کو حدیث کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ لوگ دور دور سے سماع حدیث کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ 65 ہجری میں حضرت عبداللہؓ نے مصر کے شہر فسطاط میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس وقت مروان بن حکم اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی فوجوں میں مصر پر قبضہ کے لیے شدید لڑائی ہو رہی تھی۔ حضرت عبداللہؓ کے جنازہ کو قبرستان تک پہنچانا بہت مشکل تھا۔ اس لیے لوگوں نے آپؓ کو گھر کے اندر ہی قبر کھود کر دفن کر دیا۔ آپؓ کی عمر 72 سال یا اس سے زائد بتائی جاتی ہے۔

منافق کی چار نشانیوں والی مشہور حدیث آپؓ ہی سے مروی ہے۔ آپؓ سے مروی چند مختصر اور مشہور احادیث حسب ذیل ہیں:

(1) ''تم میں سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں''۔(متفق علیہ)

(2) ''جو چپ رہا وہ نجات پا گیا''۔(مسند احمد' دارمی' ترمذی)

(3) ''وہ بندہ کامیاب و بامراد ہوا جس کو اسلام کی حقیقت نصیب ہوئی اور اس کو بقدر کفایت روزی ملی اور اس پر وہ قانع رہا''۔(مسلم)

(4) ''جب کوئی حاکم غور و فکر کر کے صحیح فیصلہ کر دے تو دوہرا اجر ہے اور اگر کوشش و محنت کے باوجود غلط فیصلہ کر دے تو اس کے لیے اکہرا اجر ہے''۔ (متفق علیہ)

(5) ''رشتہ داروں سے نیک سلوک کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ کاٹا جائے تو وہ جوڑے''۔(بخاری)

(6) ''جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجا' اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرمائے گا''۔ (مسلم)

(7) ''مجھ سے دین کے احکام لوگوں تک پہنچاؤ' خواہ ایک آیت ہی ہو''۔(بخاری)

(8) ''تم سے پہلے لوگ کتابِ الٰہی میں اختلاف کے سبب ہلاک ہوئے''۔(مسلم)

(9) ''زمین والوں پر رحم کرو' آسمان والا تم پر رحم کرے گا''۔(ابوداؤد' ترمذی)

(10) ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی تمام خواہشات میری لائی ہوئی تعلیمات کے تابع نہ ہو جائیں''۔(نووی)

(11) ''اللہ کی رضامندی والد کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے''۔(ترمذی)

(12) ''جو آدمی ہمارے چھوٹوں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے' وہ ہم میں سے نہیں''۔(ترمذی' سنن' ابوداؤد)

(13) رسول اللہ ﷺ سے ہم نے پوچھا: کونسا عمل زیادہ اچھا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''اللہ کے بندوں کو کھانا کھلاؤ اور جان پہچان ہو یا نہ ہو ہر کسی کو سلام کرو۔''(بخاری و مسلم)

❀❀❀

دعائے صحت کی اپیل

☆ حلقہ کراچی جنوبی کے ناظم توسیع دعوت و نہی عن المنکر، جناب شاہد حفیظ چودھری صاحب علیل ہیں

☆ مرکزی ناظم تعلیم و تربیت حافظ انجینئر نوید احمد کی خوش دامن صاحبہ شدید بیمار ہیں

اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفائے کاملہ، عاجلہ عطا فرمائے۔

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے بھی ان کے لئے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

منفرد اسرہ بورے والا کے نقیب عامر شبیر مرزا کے ماموں جان جو کہ ان کے سسر بھی تھے اس دار فانی کو چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ وَاَدْخِلْہُ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْہُ حِسَابًا یَّسِیْرًا

آپریشن سپر سٹارم سینڈی

عامرہ احسان (اسلام آباد)
amira.pk@gmail.com

چاہ کن را چاہ درپیش —— (برائی کرنے والا خود برائی کا شکار ہو جاتا ہے) دنیا بھر میں خوف اور دہشت پھیلانے والا' بارود بو کر اسے انسانی خون سے سیراب کرنے کی طویل تاریخ کا حامل امریکہ-- یک دم اچانک شدید گرفت میں آ گیا-- سپر پاور کے لیے سپریم پاور کی طرف سے سپر سٹارم -- سپر طوفان۔ تمام سائنس' ٹیکنالوجی' قوت دھری کی دھری رہ گئی۔ جنہوں نے عراق میں خوف اور ہیبت نامی (Shock and Awe) آپریشن کیا۔ 'Anaconda' (خوفناک اژدھا جس کی گرفت ہولناک ہوتی ہے) افغانستان میں آپریشن کو نام دیا' اپنی قوت کے اظہار کے لیے۔ دنیا دس سالوں سے یک قطبی دنیا (Unipolar) کے اس چودھری کے آگے تھرا رہی تھی۔ انجاس ممالک کو جلو میں لیے یہ خوف اور دہشت کی علامت تھا:

﴿وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ (١٥) فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِىْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْىِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ﴾ (حٰم السجدة)

''کہنے لگے ہم سے زور آور کون ہے؟ کیا انہیں نظر نہ آیا کہ جس نے انہیں پیدا کیا وہ ان سے (بہت ہی) زیادہ زور آور ہے؟ وہ ہماری آیتوں کا انکار ہی کرتے رہے۔ بالآخر ہم نے ان پر ایک تیز و تند آندھی نحوست کے دنوں میں بھیج دی تاکہ انہیں دُنیوی زندگی میں ذلت کے عذاب کا مزہ چکھا دیں۔''

یہ تھا اللہ کا آپریشن سینڈی (Op.Sandy) جس میں اژدھے کی سی قوت اور خوف و ہیبت مسلط کرنے کے تمام اسباب یکجا تھے۔ اللہ کی قدرت' ہیبت' شوکت' قوت و جبروت جس کے آگے دم مارنے کی مجال نہ ہو ---- کوئی ٹھہر نہ سکے' صرف گھنٹہ' دو گھنٹہ ---- خوفناک آندھی۔ سمندر کی خونخوار لہریں اور برف کا طوفان بیک وقت ---

﴿فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۝﴾ (المؤمنون)

''ہم نے انہیں کوڑا کرکٹ کر ڈالا۔ پس ظالموں کے لیے دوری ہو۔''

مناظر دیکھئے ---- چند لمحے پہلے ہنستے بستے خوبصورت دمکتے شہر اور اب کوڑا کرکٹ۔ سمندر سے قریب گھر صفحۂ ہستی سے مٹ چکے۔ شاندار گاڑیاں کہیں درخت سے لٹکیں' کہیں الٹی اوندھی پڑیں' مکمل کباڑ خانہ (junkyard) وجود میں آ گیا۔ جڑوں سے اکھڑے دیوہیکل درخت' مضبوط شاندار سڑکیں لخت لخت' بہہ جانے والے پل' اپنے اُلجھے بکھرے منتشر دماغ سیکولر طبقے سے پیشگی معذرت۔ وہ اپنے اس بت کا فرادا کو کرچی کرچی ہوا دیکھ کر بدستور اوّل فوّل لکھ بول رہے ہیں' لیکن اوباما کو کہنا پڑا: ''ہمیں قدرت کی طاقت نے عاجز کر دیا'' (We have been humbled by the power of nature) وہ تو ہتھیار ڈال بیٹھا۔ لیکن انہیں صرف کفر کے آگے عجز دکھانا آتا ہے۔ جس علاقے پر یہ بلا ٹوٹی وہ امریکہ کا قلب' اس کی شہ رگ تھی۔ امریکی خبر کار حیران ہو کر طوفان کی وسعت' اس کی ہمہ نوع' ہمہ گیر ہونے کو رپورٹ کر رہے تھے، ہر توقع سے بڑھ کر۔ امریکہ کی گھنی آبادی' سیاست و قوت کا مرکز' ذی شان تعلیمی اداروں' معیشت کا مرکز' سٹاک ایکسچینج' عالمی بینکوں کے صدر دفاتر کا مرکز' اقوام متحدہ کے ادارے -- نیویارک اور اس میں بھی مین ہیٹن کا انتخاب ---- اللہ نے امریکہ کی سونڈ پر داغ لگایا ہے، اپنے وعدے کے مطابق (القلم)۔ دنیا بھر میں سیاسی دہشت گردی (اسرائیل کی پشت پناہی' حسنی مبارک' بشار الاسد قبیلے کے تمام ظالم و جابر لٹیرے بیک وقت سی آئی اے اور کے جی بی کے مرہونِ منت)' معاشی استحصال' عالمی جنگجوئی کے مراکز' آپریشن سینڈی' کا ہدف بنے۔ وہ اقوام متحدہ جہاں کشمیر پر قراردادیں تو منجمد ہو جائیں' غزہ فلسطین پر مظالم ہوں تو کان پر جوں تک نہ رینگے لیکن جھوٹ کی بنیاد پر عراق' افغانستان' جنوبی سوڈان' مشرقی تیمور پر فیصلے فوری ہو جائیں ---- ہدف پر کیوں نہ ہو۔ عوام کو خوف کے شکنجے میں جکڑ کر امریکہ فوجی بجٹ وصول کرتا ہے جس پر اندر بھی دبی دبی آوازیں اٹھتی رہیں۔ ہزاروں میل دور مٹھی بھر عسکریت پسند جو عسکری اعتبار سے امریکہ کے مقابل نہتے ہیں' انہیں خوفزدہ رکھنے کے لیے عوام خزانہ بھر بھر کر فوج پر لٹا رہے ہیں' بلا سوال، بلا حیل و حجت' ('کاؤنٹر پنچ' جیک اے سمتھ) جب عوام بھیڑ بکریاں بنکر بلا سوال، بلا حیل و حجت جابر حکمرانوں کی اطاعت کر کے ان کے ظلم میں شریک رہتے ہیں تو یہ اللہ کی سنت ہے کہ عقل سے کام نہ لینے والے یونہی بے وقعت ہو کر حوادث کا چارہ بن جاتے ہیں:

﴿فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ (٥٤) فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ (٥٥)﴾ (الزخرف)

''فرعون نے اپنی قوم کو ہلکا جانا (ان کی عقل کھو دی) اور انہوں نے اس کی اطاعت کی۔ یقیناً یہ سارے ہی نافرمان لوگ تھے۔ پھر جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور سب کو ڈبو دیا۔''

قوم نے ان کا ہاتھ غزہ فلسطین پر نہ روکا' عراق کی بے جا تباہی' ابوغریب' گوانتانامو کے شرمناک مظالم پر نہ روکا' نہتے کمزور ملک افغانستان کی بربادی' وہاں کم عمر بچوں کو قتل کر کے انگلیاں کاٹ کر بطور یادگار محفوظ کرتے فوجیوں پر باز پرس نہ کی' ڈرون حملوں میں وزیرستان' یمن' صومالیہ کی شہری آبادیوں کو اندھا دھند نشانہ بنانے پر بھی ووٹ برابر دو مرتبہ بش اور اب اوباما پر برس رہے ہیں۔ لیبیا' مصر' شام میں خون کی بہتی ندیوں پر عالمی چودھری تماش بین بنے بیٹھے رہیں اور قوم بھی دم سادھے رہے۔ تہذیب کے علمبردار امریکہ روئے زمین کے سب سے بڑے انسان' امام الانبیاء اور مسلم دنیا کے مرکز ایمان محمد ﷺ کی شان میں گستاخیوں کا تسلسل جاری رکھے۔ قرآن جلایا جائے اور تم یونہی چھوڑ دیے جاؤ؟ شعلے بجھانے سمندر ہی اُمڈے گا۔ منہ پر خاک پھینکنے طوفان تو اٹھیں گے۔ تم نے قرآن کو فلش میں بہایا تھا؟ لو اب اس پانی میں تم اور تمہارے شہر ڈبکیاں لگاؤ۔ سیوریج ملا پانی دندناتا پھر رہا ہے۔ 28 ملین چوہے (انہوں نے چوہے بھی گن رکھے ہیں) زندہ' مردہ ناک میں دم کیے ہوئے ہیں۔ ایک کروڑ بجلی کے بغیر ---- وہاں بجلی کا جانا ہماری طرح قابل برداشت نہیں۔ ہر کام بجلی کا مرہون منت ہے۔ انسان کے سوا ہر چیز بجلی سے چلتی ہے۔ گیس پٹرول پر لمبی لائنیں (جس کا تحفہ تم نے ہمیں دیا تھا)۔ لوٹ مار-- جسے رپورٹ کرتے بھی شرما رہے ہو (میڈیا نے تمام متقی

رپورٹنگ روک رکھی ہے) تم نے عراق' لیبیا میں بالخصوص' ملک تباہ کر کے دوبارہ تعمیر (Reconstruction) کے ٹھیکے لے کر مسلمانوں کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا تھا۔ لو اب اپنا ملک سنبھالو۔ تادیر تعمیر نو میں لگے رہو۔ اپنے شوق پورے کرلو! تمہارے خبر کار حیران ہو ہو کر کہتے ہیں: ''یہ علاقے تو میدانِ جنگ بن گئے۔ ہر طرف تباہی' بربادی' آگ کی تباہ کاریاں! تم نے جو مناظر دنیا میں تخلیق کیے عراق' افغانستان' پاکستان'۔ ہماری آبادیوں میں آ کر جنگ جنگ کھیلتے رہے۔ اللہ نے دو گھنٹے میں وہ سارے مناظر تمہیں دکھا دیئے۔ یہ جنگ دہشت گردی کی تھی۔ 'سینڈی' سب سے بڑا دہشت گرد نکلا۔ دہشت بھی اور گرد بھی (یہ طوفان گرد باد بھی کہلاتا ہے!) مین ہیٹن کو ڈبونے میں وہاں موجود دنیا کی مظلوم ترین نہتی عورت کا بھی حصہ ہے جس کی اُمت نے اس کی چارہ گری نہ کی۔ اس کے رب نے اس کے آنسوؤں کے سیلاب اٹھائے۔ عافیہ اور دنیا بھر کی مظلوم بیواؤں' بے گناہ قیدیوں' لاپتہ افراد کے خاندانوں کی آہوں اور بے قرار راتوں کی نمازوں میں پڑھی جانے والی 'قنوتِ نازلہ' نے طوفان بن کر ظلم کے مراکز کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ فاعتبروا یااولی الابصار! جو اس ڈوبتی کشتی میں سوار ہیں اور سوار رہنا چاہتے ہیں۔ لحہ دو لحہ رک کر سوچیں۔ ابھی تو بربادیوں سے سنبھلے نہیں ہیں اور ایک اور کم تر قوت کا طوفان مزید تیار ہو رہا ہے اور اس کی پیشین گوئی محکمہ موسمیات کر رہا ہے۔ اپنی خفت مٹانے اور دنیا کا دھیان بٹانے کو انتخابات کے ہنگامے اٹھا رکھے ہیں میڈیا پر۔ پس پردہ کہانی مقامی لوگوں سے پوچھ کر دیکھیے۔ ستم ظریفی تو یہ ہے کہ 'بھوت بھوت' کھیلنے کے تہوار ہیلووین کے موقع پر یہ طوفان آیا ہے۔ ہمارے ہاں گزشتہ چند سالوں سے جعلی گورے (Pseudo Americans) بڑے اہتمام سے یہ تہوار بڑے ہوٹلوں اور نجی سکولوں میں منا رہے ہیں۔ قبل از عیسائیت' کافر (Pagan) دنیا سے عیسائی یہودی یہ تہوار ادھار لے کر مناتے رہے۔ بلاؤں کا تہوار۔ اس مرتبہ 'سینڈی' نے ہیلووین میں حصہ ڈالا۔ لیکن ہمارے کم نصیبی سے بڑے بڑے شہروں میں یہ ضابطہ منایا گیا۔ خوئے غلامی' عقل وایمان دشمن ہوا کرتی ہے۔ مغرب نے اسلام کا ہوا کھڑا کر کے جو جنگ شروع کی تھی یہ ان شاء اللہ اس کا ڈراپ سین ہے۔ اُمت کو غزوۂ احزاب (فوجوں کا اکٹھ) ہی کا ایک مرتبہ پھر سامنا تھا۔ اس کا انجام بھی شدید آندھی طوفان ہی سے ہوا تھا۔ امریکہ اب آپ کو ڈالر نہ دے سکے گا۔ آپ بھی اس جنگ سے تائب ہو کر اپنا ملک سنبھالیے' سنواریے!

داعی رجوع الی القرآن' بانی تنظیم اسلامی

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کے شہرۂ آفاق دورۂ ترجمہ قرآن پر مشتمل

بیانُ القرآن

ترجمہ و مختصر تفسیر

حصہ اول سُورۃ الفاتحہ وسُورۃ البقرۃ مع تعارفِ قرآن
(چھٹا ایڈیشن) صفحات: 360، قیمت 450 روپے

حصہ دوم سُورۃ آلِ عمران تا سُورۃ المائدہ
(چوتھا ایڈیشن) صفحات 321، قیمت 400 روپے

حصہ سوم سُورۃ الانعام تا سُورۃ التوبہ
(دوسرا ایڈیشن) صفحات 331، قیمت 400 روپے

حصہ چہارم سُورۃ یُونس تا سُورۃ الکہف
(پہلا ایڈیشن) صفحات 394، قیمت 450 روپے

★ عمدہ طباعت ★ دیدہ زیب ٹائٹل اور مضبوط جلد ★ امپورٹڈ پیپر

ملنے کے پتے

انجمن خُدّام القرآن خیبر پختونخوا' پشاور
A-18 ناصر مینشن، ریلوے روڈ نمبر 2، شعبہ بازار پشاور، فون: 2584824,2214495(091)

مکتبہ خُدّام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون 3-35869501(042)

پڑھ کے دیکھیں' اس میں کیا ہے!

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہم سے کیا کہا ہے۔ یہ بتانے کے لئے وضاحتی نوٹ کے ساتھ قرآن کے اسباق مرتب کیے گئے ہیں۔ صرف ترجمہ کے ساتھ پارے بھی شائع کیے گئے ہیں۔ ان کا کوئی ہدیہ فیس نہیں ہے۔ نمونہ کا سبق اور پہلا پارہ منگوا کر مطالعہ جاری رکھنے یا نہ رکھنے کا فیصلہ کریں۔ ہمارے سہ ماہی میگزین کے نمونے کا پرچہ بھی بلا معاوضہ فراہم کیا جاتا ہے۔ گھر بیٹھے قرآنی عربی سیکھنے کے لئے گرائمر کی کتب اور ہماری دیگر کتب کی فیس میں نصف رعایت اور مکمل رعایت کی بھی گنجائش ہے۔ تفصیلات ہماری ویب سائٹ پر دیکھیں یا ہم سے طلب کریں۔ تمام چیزیں ڈاک سے ارسال کی جاتی ہیں۔ براہ کرم تشریف نہ لائیں۔

البلاغ فاؤنڈیشن اسلامی خط وکتابت کورسز کا ادارہ' A-43، نثار روڈ، لاہور کینٹ

فون: 03214090779 - 03334620717

ویب سائٹ www.aasanasbaq.com

آج وہ، کل ہماری باری ہے!

بنتِ اسرار

موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے جس سے نہ فرار ممکن ہے اور نہ ہی انکار۔ جس ذی حیات کو اس دارِ فانی میں بھیجا گیا ہے اسے اپنا عرصۂ حیات مکمل کر کے خواہی نہ خواہی اس دارِ فانی سے رخصت ہونا ہی ہے۔

موت سے کس کو رُستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے!

ہمارے والدِ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو اللہ تعالیٰ نے مختلف اور متنوع جہات سے خصوصی نوازشات عطا کی تھیں اور اپنے خصوصی فضل وکرم سے ان کے لیے دین کی خدمت کی مختلف راہیں کھول دی تھیں۔ قرآن سے والہانہ محبت اور دین کی سربلندی کے لیے تن من دھن نچھاور کرنے کا وافر جذبہ ان کے دل میں ڈال دیا تھا۔ چنانچہ نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک خدمتِ قرآنی کا جھنڈا سربلند رکھنے کے بعد 14 اپریل 2010ء کو ہمارے مشفق والد، ہمارے مدرس و مربی داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو گئے۔ ہمیں امید ہی نہیں یقین کامل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں انہیں صلحائے امت میں نمایاں اور امتیازی مقام حاصل ہو گا' ان شاء اللہ تعالیٰ!

والدِ محترم کے انتقال کے لگ بھگ اڑھائی سال بعد' مورخہ 24 ستمبر کو ان کے چمن کا ایک مہکتا پھول' یعنی ہماری عزیز بہن امۃ الحی بھی باقی تمام بہن بھائیوں سے سبقت لیتے ہوئے اپنے رب کے حضور پہنچ گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! ان کی زندگی کے آخری تین سال کینسر ایسے موذی مرض سے کشمکش میں گزرے۔ وفات سے چند ماہ پہلے ہماری بہن نے رازداری کے ساتھ اپنی ماموں زاد کو اپنا خواب سنایا کہ والدِ محترم نے خبر دی ہے کہ تم سب سے پہلے میرے پاس آؤ گی۔ ان کا یہ خواب سچا ثابت ہوا۔ قارئین کو یاد ہو گا کہ ہماری بہن کے انتقال سے صرف دو ماہ قبل ہماری ایک بھانجی ''رحمیٰ'' بھی مختصر علالت کے بعد صرف 27 سال کی عمر میں تہہ خاک پہنچ گئی تھی۔ آج خالہ بھانجی کی ساتھ ساتھ قبریں دنیا کی بے ثباتی اور موت کے اٹل ہونے پر شاہد ہیں۔ اللهم اغفر لهم وارحمهم وادخلهم في رحمتك وحاسبهم حسابا يسيرا۔

ہماری بہن امۃ الحی ہمارے خاندان کی رونق تھیں۔ کسی بھی جگہ اکٹھے ہونے کا موقع ہوتا' ہماری بہن ہر مجلس اور ہر سفر کی روحِ رواں ہوتیں۔ جہاں پر کسی کی مدد کی ضرورت ہوتی' خواہ جسمانی ہو یا مالی' ہماری بہن ہر جگہ سب سے پہلے پہنچ جاتیں۔ اپنی بیماری کی شدت سے قبل خواتین کے سالانہ اجتماعات میں ناظمۂ اجتماع وہی ہوتیں اور اپنی ذمہ داری کو بحسن وخوبی ادا کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کی ذمہ داریوں میں بھی اپنا حصہ ڈالنا نہ بھولتیں۔ یقیناً وہ قابل تقلید مثال تھیں۔

اپنی رہائش واقع واپڈا ٹاؤن میں قرآن فہمی کلاسز کا باقاعدگی سے انعقاد ان کے لیے کسی بڑے اعزاز سے کم نہیں۔ ان کلاسز سے استفادہ کرنے والی خواتین اور نوجوان لڑکیوں کا ایک ہجوم تھا جو ان کی وفات کی خبر سن کر گھر پر جمع تھا۔ وہ سب پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھیں کہ ہماری محسنہ' ہمیں سیدھا راستہ دکھانے والی' بے حد محبت کرنے والی ہماری استاد ہم سے بچھڑ گئیں۔ ان کی طالبات انتہائی حیرت واستعجاب سے ذکر کر رہی تھیں کہ ہماری معلمہ اتنے عرصے سے بیمار تھیں اور ہمیں پتا بھی نہیں چلا۔ اشک برساتی نگاہوں میں خاص طور پر مولانا طارق جمیل صاحب کی خالہ محترمہ بھی شامل تھیں۔ وہ خود انتہائی نیک اور بزرگ خاتون ہیں' لیکن ہماری بہن کے بارے میں ان کے جذبات قابل دید اور قابل رشک تھے۔ اسی طرح وہ جوان بچیاں جنہوں نے ہماری بہن سے قرآن پڑھا تھا اور اب وہ ماشاء اللہ خود درس دے رہی ہیں' ان کی امۃ الحی کے ساتھ دلی محبت اور جدائی کا غم ان کے چہروں اور آنکھوں سے نمایاں تھی۔ میں نے ان خواتین کو دلاسا دیا کہ جو دیے وہ آپ کے دلوں میں قرآن کے جلا گئی ہیں ان کو روشن رکھنا اب آپ کا کام ہے اور یہی امۃ الحی کے لیے صدقہ جاریہ بھی ہے جو تا قیامت ان شاء اللہ ان کے درجات بلند کرتا رہے گا۔ ہماری بہن کے گھر کی ملازم خواتین کا بلک بلک کر رونا بھی دیکھا نہیں جاتا تھا۔ ان کے بقول ''آپ لوگوں کو نہیں معلوم یہ باجی کیسی تھیں۔ ہم ملازمین کا یہ باجی جس طریقے پر خیال رکھتی تھی اس کا کسی کو اندازہ نہیں''۔ امۃ الحی کے دل میں ہر ایک کے لیے خیر خواہی کا غیر معمولی جذبہ اسی انداز کا تھا! امۃ الحی کو اللہ تعالیٰ نے پانچ بچے اور محبت کرنے والا شوہر عطا فرمایا تھا۔ ابی جانؒ سے ان کی محبت کچھ علیحدہ ہی تھی۔ امی جان کی محبت اور شفقت بھری ڈانٹ ہم سب کے لیے یکساں تھی اور ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ صحت وعافیت اور ایمان کے ساتھ ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ ان کی موجودگی ہمارے لیے ایک سائبان کی حیثیت رکھتی ہے۔

امۃ الحی کے دو بیٹے ماشاء اللہ حافظ قرآن ہیں۔ چھوٹے بیٹے عثمان کا حفظ ان کے انتقال کے بعد مکمل ہوا۔ بڑا بیٹا احمد تو ماشاء اللہ کئی سال سے رمضان میں تراویح پڑھا رہا ہے۔ ہماری بہن اور ان کے شوہر نے اپنی رہائش گاہ پر کئی سال متواتر دورۂ ترجمۃ القرآن کا اہتمام کیے رکھا۔ بعد ازاں شرکاء کی تعداد کی کثرت کی وجہ سے یہ پروگرام ایک بینکویٹ ہال میں منتقل کر دیا گیا۔ ہر سال ماشاء اللہ سننے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ ان کا یہ کام بھی ان کے لیے صدقۂ جاریہ ثابت ہو گا۔ ہماری بہن اب ہم میں نہیں۔ یقیناً ان کی جدائی اہل خانہ' اعزہ واقارب اور خصوصاً محترمہ والدہ صاحبہ کے لیے صبر آزما معاملہ ہے۔ خاندان کے ہر بچے کے ساتھ ان کا ایک خصوصی تعلق تھا' لیکن یہ جدائی کا وقت ہر ایک کو برداشت کرنا ہے اور اپنی موت کی تیاری بھی کرنی ہے۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ امۃ الحی کے صغیرہ کبیرہ گناہ معاف فرما دے اور ان کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے' ان کی قبر کو نور سے بھر دے' ان کے بچوں' شوہر اور ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین!

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورُستہ اس گھر کی نگہبانی کرے!

ذیل میں امۃ الحی کے بارے میں ان کی چند طالبات کے تاثرات بغرضِ نصیحت اور بطور قابلِ تقلید مثال پیش کیے جا رہے ہیں:

''وہ ایثار کا پیکر تھیں جنہوں نے اپنے آخری ایام میں بھی علم' تحقیق' درس وتدریس اور جستجو کی ترویج کے لیے اپنی زندگی وقف کیے رکھی۔ وہ ہماری استاد ہی

نہیں اور بھی بہت کچھ تھیں۔ سب کو یہی لگتا تھا کہ وہ ان سے زیادہ قریب تھیں۔ آنکھیں بند کروں تو ان کا مسکراتا چہرہ سامنے آتا ہے۔" (مسز مریم نعمان)

☆☆☆

"بہت مشکل ہے کہ باجی کے بارے میں مختصر کچھ کہا جائے۔ میرا ان سے 6 سال سے تعلق تھا' مجھے یوں لگتا ہے کہ میرا سب سے زیادہ تعلق تھا مگر سب کلاس والوں کا بھی یہی خیال ہے۔ وہ بہترین استاد جیسا کہ استاد ہونے کا تصور ہے' بہترین ہمسائی' مشفق دوست اور اچھی بڑی بہنوں کی طرح تھیں۔ میں نے ان سے سیکھا کہ کچھ بھی ہو قرآن سے جڑے رہو' اپنے ایمان کو شیطان سے بچا کر رکھو اور اللہ کے لیے اپنے تمام رشتہ داروں سے اچھی طرح ملو' حقوق العباد کا احترام کرو اور عاجزی کی زندگی گزارو اور آخرت کو یاد رکھو۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ میں تم لوگوں کا قرآن مکمل کرواؤں مگر اللہ کی مشیت کچھ اور تھی۔ بہر حال ان شاء اللہ ان کا یہ مشن جاری ہے اور جاری رہے گا۔" (مسز ریحان)

☆☆☆

"ہماری بے حد پیاری اور شفیق استاد جسے موت جیسی اٹل حقیقت نے ہم سے دور کر دیا مگر کیا وہ واقعی ہم سے دور ہیں؟ شاید نہیں' کیونکہ ہمارا اور ان کا تعلق تو قرآن نے جوڑا تھا اور جب تک یہ تعلق موجود ہے وہ ہم سے دور نہیں ہو سکتیں۔ قرآن سے تو ہر مسلمان کا تعلق ہوتا ہے' مگر یہ تعلق تب عمل بنتا ہے جب کوئی بہترین استاد درمیان میں آ جائے۔ قرآن کا ترجمہ و تفسیر باجی نے کچھ ایسے سمجھایا کہ وہ غیر محسوس طریقے سے ہمارے عمل کا حصہ بنتا چلا گیا۔ یہ ان کی شخصیت کی خوبی ہی تھی کہ وہ بات انتہائی نرمی سے ایسے کہہ جاتیں کہ سننے والے کو اپنے اندر تک جھانکنے پر مجبور کر دیتیں۔ یہ بھی ان کی شخصیت کا خاصہ تھا کہ کسی غلطی پر براہِ راست نہ ٹوکتیں کہ سننے والے کو کسی قسم کی شرمندگی میں مبتلا ہونا پڑتا اور ان کی یہ بات ہمیں اپنی کمزوریوں کو دور کرنے میں معاون ثابت ہوئی۔ باجی کی شخصیت میں ان کی سادگی نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ دنیا کی ہر نعمت کے ہوتے ہوئے بھی ان کا لباس انتہائی سادہ ہوتا۔ ان کے ہر انداز میں عاجزی اور انکساری کی جھلک نے ہمیں بھی اپنے اندر سادگی کا وصف پیدا کرنے کی خوبی جگائی۔

پھر ان کی بیماری کا تکلیف دہ دور جسے یاد کر کے آج بھی میری آنکھیں نم ہو جاتی ہیں' مگر پھر بھی صبر و استقامت کا دامن تھامتے ہوئے خود کو اس آزمائش میں پورا اتارنے کی ہر لمحہ ان کی کوشش! جب کبھی صحت تھوڑی مہلت دیتی وہ اپنی کلاس لینے موجود ہوتیں۔ ہر وقت اپنی تکلیف سے بے نیاز اپنے ایمان کی فکر میں مبتلا ملتیں۔

اللہ پاک ان کو ان کی تمام کوششوں کا بہترین اجر عطا فرمائے۔ اور جو کوشش وہ ہمیں قرآن کے ساتھ جوڑنے میں کر گئی ہیں اسے قائم رکھے۔ آمین!" (مسز فاخرہ)

☆☆☆

"آیا ہی تھا خیال کہ آنکھیں چھلک اٹھیں
آنسو کسی کی یاد سے کتنے قریب ہیں

امۃ الٰہی ہماری پیاری باجی ہدایت' رہنمائی' استقامت اور صبر کا ایسا بے مثال پیکر کہ الفاظ کم پڑ جائیں۔ کینسر جیسے موذی مرض سے لڑتے لڑتے آخر کار نڈھال ہو گئیں' لیکن تادمِ آخر اپنے اللہ تعالیٰ کے ہر امتحان پر صابر شاکر رہیں۔ مجال ہے جو زبان شکوہ کناں ہو جائے۔ ہماری بہت ہی پیاری باجی' ایک ایسا گوہر نایاب جن کی زندگی صرف اور صرف ہم جیسے دین کے معاملے میں کم فہم لوگوں کے دین کی اصلاح اور رہنمائی ہی تھی' بڑی جلدی ہم سے جدا ہو گئیں۔ ہم اپنے رب کی رضا میں راضی ہیں لیکن تشنگی ابھی باقی ہے۔ میں نے اپریل 2011ء سے باجی کی قرآن کلاس میں آنا شروع کیا اور مئی 2012ء میں رخصت چاہی کہ جون میں مَیں نے باجی کی رہنمائی میں اپنی نئی زندگی کی شروعات کرنی تھیں۔ اس ایک سال میں اس ہدایت و رہنمائی کے سمندر سے صرف ایک قطرہ ہی چن سکی اور اس قطرے نے میری زندگی کا رخ ہی بدل دیا۔ میں چاہوں گی کہ اپنی باجی کے دیے گئے اس راستے کو ہر پڑھنے والا سننے والا اپنی زندگی کا مقصد بنا لے۔ رضائے الٰہی پر راضی رہنا سکونِ قلب کا نسخہ ہے۔ گو کہ اس راستے پر قدم رکھنا آسان نہیں' مگر چلتے جانے کے لیے قدم رکھنے کی شرط تو منسلک ہے اور وہی نکتہ کہ اللہ کے نظام' اللہ کے فضل' اس کی کی گئی تقسیم پر اعتراض کرنا کانٹوں بھرا راستہ ہے' جس کی منزل بھی ناخوشی' فاصلہ بھی کٹھن۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری باجی امت الٰہی کے اس احسان کے بدلے ان کے ساتھ معاملات میں آسانیاں ہی آسانیاں عطا کرے اور اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ آمین!" (مسز لبنیٰ سردار)

☆☆☆

"اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیْ......؟

"کہاں ہیں میرے جلال کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والے......؟"

اس اعلان کے ساتھ ہی اگر اللہ نے چاہا تو مجھے میری باجی نظر آ ہی جائیں گی۔ یہ میرا اپنے ربّ سے حسن ظن ہے۔ باجی! ساڑھے چار سال کے عرصے میں آپ کی رفاقت نے بہت کچھ سکھایا۔ آپ کو ایک ذمہ دار خاتون' قرآن سے بے پناہ محبت رکھنے والی' اللہ کی صابر شاکر بندی' شفیق اور نرم معاملہ کرنے والی ہمسائی' ایک گرمجوش دوست جس سے ہر بات کہہ سکیں اور ایک باحکمت استاد کے روپ میں دیکھا۔ خوشی غمی کے موقع پر آپ کا اور آپ کے گھر والوں کا طرزِ عمل ہمارے لیے گہرا سبق تھا۔ آپ کہا کرتی تھیں اپنی آخرت کے بارے میں خود غرض ہو جائیں۔ اپنی پریشانیوں اور تکلیفوں کو بھلا کر ہر دم قرآن کلاس کے لیے پرعزم نظر آتیں۔ جب کبھی کوئی مسئلہ ہمیں پریشان کرتا اور ہم پوچھا ٹھتے کہ پھر اس کا کیا حل ہے تو آپ قرآن کو دونوں ہاتھوں میں لے کر کہتیں "اس کو اپنے اندر اتار لیں' یہ آپ کے ہر مسئلے کا حل ہے!"

میری دعا ہے کہ اللہ ہمیں جنت میں بھی اسی طرح اکٹھا کر دے جیسے دنیا میں تھے اور اللہ آپ کو اس نیکی کی جو آپ نے ہم سب سے کی' بہترین جزا دے۔ آمین ثم آمین!" (مسز جواد افضل) ☆☆☆

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

پشاور میں منعقدہ مبتدی تربیتی کورس کی روداد

راقم نے حال ہی میں تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کی۔ تنظیم میں شمولیت کے فوری بعد مجھے مبتدی تربیتی کورس میں شرکت کا موقع ملا۔ یہ کورس 30 ستمبر تا 6 اکتوبر 2012ء جامع مسجد ابوبکر صدیق پشاور میں ہوا۔ اس کورس کا آغاز 30 ستمبر کو بعد نماز عصر شرکاء کے تعارف سے ہوا۔ شرکاء کو روزانہ نماز تہجد کے لئے صبح ساڑھے تین بجے بیدار کر دیا جاتا۔ ہر ساتھی انفرادی نوافل ادا کرتا اور اللہ سے گڑگڑا کر اپنے اور اپنے اہل خانہ کے لیے دعائیں کرتا۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا اور پکارتا ہے کہ ''ہے کوئی جو مجھ سے مغفرت طلب کرے اور میں اس کو عطا کروں؟ ہے کوئی جو مجھ سے کچھ بھی مانگے میں اس کی حاجت پوری کروں؟ تہجد کے بعد مرکزی ناظم دعوت و تربیت جناب رحمت اللہ بٹر کی مرتب کردہ کتاب ''احادیث نبویہ'' سے نماز کا ترجمہ اور مسنون دعائیں زبانی یاد کرائی جاتیں۔ چنانچہ وہ ساتھی جو اب تک یہ دعائیں یاد نہ کر سکے تھے، انہوں نے بہت ساری دعائیں یاد کر لیں۔ نماز فجر کے بعد روزانہ آدھے گھنٹے کے دورانیہ کا درس قرآن ہوتا رہا۔ مدرسین نے سورۃ الزمر، سورۃ المزمل، سورۃ الحدید، سورۃ التغابن، سورۃ المطففین اور سورۃ الکہف میں سے چند آیات پر ایمان افروز دروس دیے۔ تربیتی کورس میں شرکاء کی فکری و عملی تربیت کے لئے جو بیانات ہوئے، اُن کا اجمالی تذکرہ درج ذیل ہے۔

تربیتی بیانات میں سب سے نمایاں حصہ تنظیم کے مرکزی ناظم دعوت و تربیت جناب رحمت اللہ بٹر کے بیانات کا تھا۔ محترم بٹر صاحب تین روز ہمارے ساتھ رہے۔ ان کا مشفقانہ اور ہمدردانہ انداز سب ہی کو بہت پسند آیا۔ ان کے سمجھانے کا انداز اتنا دلکش اور مؤثر تھا کہ قدرے مشکل مضامین بھی ساتھیوں کے دل میں اترتے چلے گئے۔ انہوں نے ایمان باللہ، ایمان بالقدر، ایمان بالرسالت، ایمان بالکتب، ایمان بالرسالت، ایمان بالآخرت، نسلی امتیاز، شفاعت باطلہ، عبادات، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، رسومات اور اخلاقیات کے عنوانات پر نہایت وقیع فکر افروز لیکچرز دیے۔ ان لیکچرز سے ہمیں دین کی حقیقت سمجھنے میں مدد ملی۔

ناظم حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی خورشید انجم نے تنظیم اسلامی کا بنیادی ڈھانچہ، فریضۂ دعوت، تنظیم کا نظام دعوت اور دستور و نظام العمل ہمیں تفصیل سے سمجھایا، جس سے ہمیں تنظیم اسلامی کا تفصیلی تعارف حاصل ہوا۔ انہوں نے کہا کہ دنیا کا کوئی بھی ادارہ نظم و ضبط اور کارکنوں کی تربیت کے بغیر چند دن بھی نہیں چلایا جا سکتا، بھلا دین کا کام کرنے والے کیسے الگ الگ رہ کر اور امیر کی اطاعت کے بغیر یہ کام کر سکتے ہیں۔ انہوں نے بیعت سمع و طاعت کی بنیاد پر جماعت سازی کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے کہا کہ دنیا میں تنہا رہنے کا کوئی تصور نہیں۔ انسان جب پیدا ہوتا ہے، تو اسے گھر میں اجتماعی ماحول ملتا ہے۔ جب وہ تعلیم کے قابل ہوتا ہے تو وہ اسکول، کالج اور یونیورسٹی میں ایک جماعت کے ساتھ مل کر علم حاصل کرتا ہے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد جب وہ کسی ادارے میں ملازمت کرتا ہے تو وہاں بھی اُسے اپنے نگران اور ذمہ دار کی اطاعت کا ماحول ملتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ ادارے کے تمام افراد اپنے Boss کی زیر ہدایت کام کرتے ہیں۔ اس طرح اُس کی پوری زندگی اجتماعیت میں گزرتی ہے۔ ایسے میں یہ کیونکر ممکن ہے کہ دینی جدوجہد اجتماعیت کے بغیر افراد کی سطح پر ہو۔ تنظیم اسلامی نوشہرہ کے ناظم دعوت قاضی فضل حکیم نے رفقاء کے بنیادی اوصاف پر سیر حاصل گفتگو کی، اور اس ضمن میں شرکاء کی توجہ اس ضمن میں پائی جانے والی عمومی خامیوں اور کمزوریوں کی اصلاح کی طرف دلائی۔

تنظیم اسلامی نوشہرہ کے رفیق ڈاکٹر وقار الدین نے انفاق فی سبیل اللہ پر گفتگو کرتے ہوئے اس بات کا احساس دلایا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا دنیا و آخرت میں ہماری نجات کا باعث بنے گا۔ انہوں نے قرض حسنہ، صدقہ و خیرات اور زکوٰۃ کے عنوانات کی بھی تشریح کی۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ کسی ساتھی کے معاشی حالات خواہ کچھ بھی ہوں لیکن وہ انفاق ضرور کرے، خواہ نہ صرف 5 روپے ہی کیوں نہ۔ مردان سے سینئر رفیق تنظیم ڈاکٹر حافظ محمد مقصود نے عبادت رب، شہادت علی الناس اور اقامت دین کے موضوعات پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اُس کے بندے اُس کے احکامات دنیا میں جاری و ساری کریں۔ اگر ہم نے اللہ کے دین کو نافذ کرنے کی کوشش نہ کی تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہٹا کر ہماری جگہ ایسی قوم کو لے آئے جو یہ کام کرنے کا جوش و جذبہ اور ہمت رکھتی ہو۔ انہوں نے واضح کیا کہ ہمارا کام نتائج سے بے پروا ہو کر کوشش کرنا ہے۔ ان کوششوں کے نتائج اللہ کے ہاتھ میں ہیں، یہ بات بھی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ غلبۂ دین کب ہوگا اور کن ہاتھوں سے ہوگا۔ البتہ اگر ہم نے اپنی سی کوشش کر لی تو اپنی دینی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو کر آخرت میں سُرخرو ہو جائیں گے۔

اس پروگرام میں شرکاء کی فکری تربیت کے لیے امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے خطاب بعنوان ''قرار داد تاسیس'' کی ویڈیو دکھائی گئی۔ اس خطاب میں یہ بات سمجھائی گئی کہ ہم تنظیم میں کیوں شامل ہوئے؟ اس کی غرض و غایت کیا ہے؟ اور شامل ہونے کے بعد ہمیں انفرادی اور اجتماعی زندگیوں میں کیا کیا تبدیلیاں لانی پڑیں گی۔ یہ خطاب سننے کے بعد میرا فوری احساس یہ تھا کہ یہ خطاب اس قدر مؤثر ہے کہ اگر احباب کو دکھا دیا جائے تو مجھے امید ہے کہ اُن کی کثیر تعداد تنظیم میں شامل ہونے کے لیے تیار ہو جائے گی۔ (ان شاء اللہ)۔ تربیتی کورس میں بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کے خطاب ''اسلام کا انقلابی منشور'' کی ویڈیو بھی دکھائی گئی۔ جس سے شرکاء کو اسلام کے معاشی، معاشرتی اور سیاسی نظام کا فہم حاصل ہوا، اور یہ بات پوری طرح واضح ہو گئی کہ پاکستان میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے کس طرز پر جدوجہد کی ضرورت ہے

ہماری اجتماعیت میں رکاوٹیں ڈالنے اور اس کی اہمیت کو کم کرنے کے لیے جو حربے بالعموم اختیار کیے جاتے ہیں، ان کی نشاندہی تنظیم اسلامی پشاور صدر کے ناظم تربیت میاں عامر معین نے کی، جس سے ہمیں اپنی اپنی خامیوں پر نظر ڈالنے کا موقع ملا۔

تربیتی کورس کے شرکاء کے قیام و طعام کا عمدہ انتظام کیا گیا تھا۔ چنانچہ انہیں کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ منتظمین کو اجر عظیم سے نوازے۔ (آمین) آخر میں تمام رفقاء سے جنہوں نے ابھی تک مبتدی تربیتی کورس میں شرکت نہیں کی میری گزارش ہے کہ جتنا جلد ہو سکے وہ اس کورس میں شرکت کریں۔ اس لئے کہ غلبۂ دین کے اس عظیم کام کو (جس کو کرنے کے ارادے سے ہم تنظیم میں شامل ہوئے ہیں) جب تک شعوری طور پر سمجھ نہیں لیا جائے گا اُس وقت تک یہ کام مضبوط بنیادوں پر نہیں ہو سکے گا۔ (رپورٹ: محمد عمر خان)

امیر حلقہ کا دورہ تونسہ شریف ولیہ

امیر حلقہ جنوبی پنجاب ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی 17 اکتوبر 2012ء کو صبح 5 بجے ملتان سے تونسہ روانہ ہوئے، راقم الحروف بھی اُن کے ہمراہ تھا۔ اڑھائی گھنٹے کے سفر کے بعد ساڑھے سات بجے تونسہ میں نقیب اسرہ رضا محمد گجر کی رہائش گاہ پر پہنچے۔ بھائی رضا گجر ہمارے منتظر تھے۔ کچھ دیر آرام کے بعد ناشتا کیا اور 9 بجے ابو القاسم کامرس کالج روانگی ہوئی، جہاں امیر حلقہ نے ''حبِ رسول اور اس کے تقاضے'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ اپنے مفصل خطاب میں انہوں نے اہل کتاب کی عہد نبویؐ سے مسلمانوں کے خلاف سازشوں اور نبی اکرم ﷺ کی مخالفت اور موجودہ دور میں نبی اکرم ﷺ کی توہین پر مبنی کارٹونوں کی اشاعت اور توہین آمیز ویڈیو کی جسارتوں پر گفتگو کی۔ بعد ازاں انہوں نے حب رسول کے تقاضے تفصیل سے بیان کیے۔ ظہر کے کھانا کا اہتمام رفیق تنظیم عبد الکریم کے گھر پر تھا۔ کھانے کے بعد نماز ظہر ادا کی گئی۔ بعد ازاں ہم تونسہ سے لیہ روانہ ہوئے۔ 5 بجے مقامی تنظیم لیہ کے امیر چودھری صادق علی کی رہائش گاہ پر پہنچے۔ نماز مغرب کے بعد چودھری صاحب کی رہائش گاہ پر امیر حلقہ کا حب رسول کے موضوع پر مفصل خطاب ہوا۔ رات ساڑھے آٹھ بجے لیہ سے واپسی ہوئی۔ تونسہ کے پروگرام میں تقریباً 135 افراد شریک ہوئے، جبکہ لیہ کے پروگرام میں 70 افراد نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ رفقاء کی محنتوں کو قبول فرمائے۔ (آمین) (مرتب: شوکت حسین انصاری)

Vol: 21 Regd. No. C.P.L NO.114 No.47

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore